جلد 16 شمارہ 10 ماہ اکتوبر 2014ء ذی الحج 1435ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللّٰہ

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ما سواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سکینڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411035 / 055-3411030
ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

درس حدیث: فلاحی اسلامی معاشرہ میں فرد کی ذمہ داریاں

(مولانا فضل الرحیم)

﴿عَنْ اَبِی ھریرہ ؓ قَال قال رسول اللہ ﷺ المسلم اخو المسلم لا یَظْلِمُہ، وَلا یَخْذُلُہ، وَلا یُحَقِّرُہ، اَلتَّقْوٰی ھٰھُنَا (وَیُشِیْرُ الیٰ صَدْرِہٖ ثلٰث مِرَارٍ) بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الْشَّرِّ اَنْ یُحَقِّرِ اخاہ اَلْمُسْلِم کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِم حَرَامٌ دَمُہٗ وَمَالُہ، و عِرْضُہ،﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ : ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔لہٰذا نہ خود اس پر ظلم و زیادتی کرے، نہ دوسروں کو ظالم بننے کے لیے اس کو بے یارو مددگار چھوڑے، نہ اس کی تحقیر کرے۔(آپ ﷺ نے تین مرتبہ سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا) '**تقویٰ یہاں ہوتا ہے**'' کسی شخص کے لیے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور اس کی تحقیر کرے، ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان کے لیے حرام ہے اس کا خون اس کا مال اور اس کی آبرو۔''

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرما کر مختلف قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم فرما دیا پھر یہ انسان مل جل کر زندگی گزارنے لگا، یہی معاشرہ کہلانے لگا اور اس میں رہنے والے انسان معاشرہ کے افراد کہلانے لگے۔لفظ **معاشرہ** کا مطلب ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنا ہے لیکن اصطلاح میں معاشرہ سے مراد وہ انسانی اجتماعی زندگی ہے جو کسی خاص فکر و عمل کے نظام پر چل رہی ہو، اگر کچھ انسان ایک جگہ جمع ہو کر بے مقصد زندگی گزاریں تو اسے معاشرہ نہیں کہا جائے گا۔

لہٰذا اسلامی معاشرہ ایسا معاشرہ کہلائے گا جو خالص اسلامی فکر و عمل کے نظام پر قائم ہو، احکام اسلام پر عمل کرنے والا معاشرہ ہو، یہ تب ہو گا جبکہ ہر فرد ان ذمہ داریوں کو پورا کر رہا ہو جو اسلام

نے اس پر فرض کی ہیں۔لیکن جب معاشرہ کے افراد یہ کہنے لگیں کہ جناب! معاشرہ ہی خراب ہے۔ ہم کیا کریں یا یہ کہا جائے دوسرے افراد تو فرائض انجام نہیں دیتے ہمارے کرنے سے کیا ہوگا یعنی معاشرہ کا ہر فرد یہی سوچ کر فرائض کی طرف سے آنکھ بند کر لے تو پھر یقیناً پورا معاشرہ بے سکون ہوجائے گا کیونکہ انہی افراد کا نام معاشرہ تھا۔اگر ہر شخص کی سوچ یہ بن جائے کہ میں اپنا فرض ادا کروں گا چاہے اور کوئی کرے یا نہ کرے دوسروں کو فرائض ادا کرنے کی ترغیب بھی دوں گا چاہے کوئی مانے یا نہ مانے تو پھر وہ معاشرہ ایک کامیاب معاشرہ کہلائے گا اس لیے کہ معاشرہ کے ہر فرد نے اپنا پہلا فرض یہ ادا کیا کہ ایمان قبول کیا اور بالکل ایک جیسا عقیدہ کہ میں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اور قیامت کے دن پر ایمان لایا۔لہٰذا تمام افراد کی فکر ایک ہوئی، پھر نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے ارکان پر ہر مسلمان عمل کرتا ہے تو اس سے وحدت عمل پیدا ہوئی ہر ایک کا عمل اور سوچ جب ایک جیسی ہوگی تو یہ کسی معاشرہ کے مستحکم ہونے کی پہلی شرط ہے۔

اب یہ افراد زندگی گزارنے لگے تو قدرتی تقسیم کے مطابق خاندانوں، ذاتوں، برادریوں اور قبیلوں میں بٹ کر زندگی گزارنے لگے۔یہ ایک قدرتی اور فطرتی تقسیم ہے لیکن انسان سے یہاں ایک غلطی ہوگئی وہ اس تقسیم کو باہمی تعارف کے بجائے عزت وذلت کا معیار سمجھنے لگا، جبکہ اللہ ربّ العزت نے فرمایا: **اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ**۔ ''اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے''۔ اسلام نے عزت وذلت کا معیار خاندانی تعلق نہیں بنایا بلکہ ہر فرد کے ذاتی اخلاق اور اچھے اعمال کو عزت کا معیار بنایا اور ہر فرد پر تقویٰ اختیار کرنا فرض قرار دیا۔

پھر یہ افراد معاشرتی زندگی میں مختلف معاملات انجام دیتے ہیں ان میں عدل و انصاف کو فرض قرار دیا، گھریلو زندگی میں عدل کا حکم دیا یتیموں کے ساتھ عدل کا حکم دیا، ناپ تول میں انصاف کا حکم دیا لین دین میں، عدالتی امور میں دستاویزات لکھنے میں گواہی دینے میں فیصلہ کرنے میں حتیٰ کہ اپنی ذات سے بھی انصاف کرنے کا حکم دیا گیا۔سورہ شوریٰ کی پندرہویں آیت

میں رسول اللہ ﷺ کو غیر مسلموں سے بھی انصاف کرنے کا حکم دیا گیا۔

و امرت لا عدل بینکم غیر مسلم جو مسلمانوں کے ملک میں رہتے ہوں اور اس مسلمان ملک کے قوانین پر عمل کرتے ہوں انہیں اقلیت کہا جاتا ہے۔اسلام نے معاشرے کے ہر فرد پر ان اقلیتوں کے مال ان کی جان ان کی عزت و آبرو کی حفاظت فرض قرار دی ہے۔ ایک اسلامی معاشرہ میں ہر فرد کو رواداری کا مظاہرہ کرنے کا پابند کیا گیا ہے۔اسی چیز سے کسی معاشرہ میں باہمی احترام پیدا ہوتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا باہمی شفقت، محبت اور مہربانی میں تم ایمان والوں کو ایک جسم کی طرح پاؤ گے،اگر جسم کا ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہو جائے تو سارا جسم بیداری اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔اگر ایک گھر میں ایک خاندان میں ایک شہر میں کسی فرد کو تکلیف پہنچے، باقی افراد اس تکلیف اور دکھ کو محسوس کر کے ہمدردی اور بھائی چارے کے جذبات کے ساتھ اس مصیبت اور دکھ کو دور کرنے کا فریضہ انجام دیں تو یہی معاشرہ فلاحی معاشرہ بن جائے گا۔

بسا اوقات معاشرہ کے افراد میں ایک دوسرے سے دوری اور فاصلہ بڑھ جاتا ہے جب وہ افراد سادگی کی بجائے نام اونچا کرنے اور نمائش کرنے میں مبتلا ہو جائیں اس لئے کہ نمائش کرنے والا اپنے کو برتر اور دوسرے کو حقیر سمجھے گا اور جس کو حقیر سمجھا گیا وہ اپنے آپ کو بے بسی اور دوسرے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے گا اس طرح معاشرہ کے افراد کے دلوں میں دوریاں پیدا ہوں گی۔اس لئے اسلام نے معاشرتی زندگی میں فضول خرچی سے منع کیا، نمائش کو ممنوع قرار دیا اور سادگی اختیار کرنے کی تلقین کی۔اس کے ساتھ ساتھ ظاہری اور باطنی پاکیزگی بھی ہر فرد پر فرض قرار دی ہر فرد اپنے اندر سے حسد، بغض، کینہ، نفرت، جھوٹ، منافقت نکال دے اور محبت، سچائی اور ہمدردی کے ذریعہ پاکیزہ بنے، اسی طرح ظاہری طہارت اور پاکیزگی کو بھی فرض قرار دیا۔ اپنے جسم اور کپڑوں کو پاکیزہ رکھے، جہاں رہتا ہو، صاف ستھرا ہو، جہاں سے گزرتا ہو اس کی صفائی کا خیال رکھتا ہو۔رسول اکرم ﷺ نے تو راستے سے گندگی اور تکلیف دہ چیز ہٹانے کو صدقہ قرار دیا۔

اس لئے ایک مسلمان فرد کی یہ ذمہ داری بھی ہوگی کہ وہ اپنے اردگرد یعنی اپنے ماحول کو آلودہ

ہونے سے محفوظ رکھے مشینی سواری چلا رہا ہے تو دوسرے افراد کو دھوئیں سے بچائے۔ فیکٹری سے نکلنے والے زائد کیمیکلز کو محفوظ طریقے سے ضائع کرے تاکہ باقی افراد کو اس کے ذریعہ کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنے پائے اس لئے کہ مسلمان کی شان ہی یہی ہے۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْن مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ. ''مسلمان وہ شخص ہے جس کے قول و فعل سے دوسرے مسلمان محفوظ ہیں''۔ اسلام نے ہر فرد کو مکمل آداب و اطوار کے ساتھ زندگی گزارنے کا پابند کیا ہے۔ کھانے پینے، اٹھنے، بیٹھنے سونے جاگنے، چلنے پھرنے غرض زندگی کے ہر مرحلے کے لئے آداب سکھائے، اس لئے اسلامی معاشرہ ایک منظم معاشرہ ہوتا ہے اس کے ہر فرد کا عمل تعمیری ہوتا ہے۔ اسلام نے کسی فرد کو وقت کے کسی لمحہ کو ضائع کرنے سے منع کیا ہے اور واضح کر دیا کہ آخرت میں وقت کے بارے میں باقاعدہ پوچھا جائے گا کہ تم نے وقت کہاں کہاں صرف کیا پھر جب یہ فرد بے کار کاموں سے بچے گا تو یہ اس کی خوبی ہوگی ارشاد نبوی ﷺ ہے: ﴿من حسن اسلام المرءِ ترکہ، مالا یعنیہ﴾

''کسی شخص کے اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ بے مقصد کاموں کو چھوڑ دے''۔ اور بامقصد کام کرنے میں یہ فرد اپنا پورا وقت صرف کر دے اور وہ کام جو ہر وقت کرنا ہے وہ ہے: **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر"** ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لہٰذا نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا یہ معاشرہ کے ہر فرد کا فرض ہے"۔

ارشاد نبوی ہے: "جو تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر اس کی بھی ہمت نہ ہو تو اس برائی کو دل میں برا سمجھے اور فرمایا کہ یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے"۔ لہٰذا معاشرہ کا ہر فرد جب خود اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی فکر کرے گا اور دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے نیکی کی تلقین اور برائیوں سے روکنے کی کوشش کرتا رہے گا تو پھر یقیناً اسلامی معاشرہ کا ہر فرد خود بھی ایک پرسکون اور مطمئن زندگی گزار سکے گا اس کے ارد گرد رہنے والے اس کے ہمدرد اور دکھ درد میں شریک رہیں گے، ایک ایسا معاشرہ نصیب ہوگا جسے ہر فرد سکون کا گہوارہ محسوس کرے گا۔

توحیدی کا کردار

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

ہمارے سلسلہ کی بنیاد توحید ہے اور ہمارا حلقہ اور ہمارے سلوک کی آخری منزل ذاتِ باری تعالیٰ کا قرب اور دیدار ہے۔ یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس عمارت کی بنیاد ہی کمزور یا غلط ہوگی وہ عمارت کبھی مضبوط نہیں ہوسکتی ہے چنانچہ کسی شاعر نے کس قدر سچ کہا ہے کہ:

؎ خشت اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

اسی لئے میں آپ کو ہمیشہ سے یہی کہا کرتا ہوں کہ توحید کو بدرجہ کمال حاصل کرو اور پکے اور سچے توحیدی بنو۔ تب تمہارے اذکار و اعمال میں وہ طاقت پیدا ہوگی جو اللہ تک پہنچانے کیلئے ضروری ہے۔ صرف زبان سے کہہ دینا کہ ہم توحیدی ہیں اور اپنے نام کے بعد "توحیدی" لکھ کر فخر سے سر اونچا کرلینا کافی نہیں۔ بلکہ محض مذاق ہے۔ ایک توحیدی کیلئے ضروری ہے کہ وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ کسی سے ڈرے، نہ کسی کے سامنے سر جھکائے، نہ کسی سے مدد مانگے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ تم دنیا سے تعلق قطع کر کے رہبانیت اختیار کرلو اور اسباب و وسائل سے کام لینا چھوڑ دو۔ یاد رکھو! ترکِ وسائل اسلام میں قطعاً ناجائز ہے۔ مطلب صرف یہ ہے کہ اگر تمہیں ایسے دشمن سے واسطہ پڑ جائے جو تمہاری دانست میں بہت زیادہ قوی ہے اور تمہاری جان و مال کے لئے تباہ کن ثابت ہوسکتا ہے تو بھی تم اس سے ہرگز نہ ڈرو۔ اللہ تعالیٰ پر یقینی طور پر بھروسہ رکھو۔ وہ تمہاری مدد کرے گا اور بے فکر ہوکر اس کا مقابلہ کرو یقیناً تم فتح یاب ہوگے۔ ایسے موقع پر تمہاری قوت ارادی اور خدا پر یقین کی طاقت کس طرح دشمن کے ذہن پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اُس وقت تمہارے دل و دماغ سے جو لہریں نکل کر دشمن کے دماغ سے ٹکراتی ہیں وہ اس قدر قوی ہوتی ہیں کہ دشمن حواس باختہ

ہوکر بھاگ اُٹھتا ہے اور تمہاری تھوڑی سی نفری اس کو اپنی تعداد کثیر سے کہیں زیادہ معلوم ہوتی ہے اور اس کے قدم اکھڑ جاتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کو یوں بیان فرمایا ہے ’’ہم دشمن کے دل پر خوف طاری کر دیتے ہیں اور وہ مقابلہ کرنے کی بجائے بھاگ جانے ہی میں عافیت سمجھتا ہے‘‘۔تمہیں اگر رات کے وقت جنگل میں بھوت وغیرہ سے ڈر لگا ہو تو تمہیں یاد ہوگا کہ اس وقت خوف کے عالم میں جنگل کا ایک ایک جھاڑ بلکہ ایک ایک تنکا بھوت نظر آنے لگتا ہے۔اسی طرح مفلسی اور ناداری میں بھوک اور فاقہ کا خطرہ ہو اور بظاہر کوئی سامان اور سبب تم کو اس مصیبت سے بچانے کا نظر نہ آتا ہو تب بھی ایک توحیدی کو مطلق ڈرنا نہیں چاہیے بلکہ خدا پر بھروسہ اور یقین رکھنا چاہیے کہ وہ تمہاری مدد کرے گا۔اگر تم واقعی توحیدی ہو اور خدا پر اٹل ایمان رکھتے ہو تو یقیناً مدد آئے گی اور کسی ایسے گوشے سے آئے گی جس کا تمہیں وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔میرے مُرشد مولانا کریم الدینؒ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ’’ میں ایک مرتبہ مدت دراز تک برما کے جنگلوں میں بعالم استغراق صحرا نوردی کیا کرتا تھا۔ایک دن مجھے سخت بھوک لگی کیونکہ کئی دن سے کچھ کھایا نہ تھا مگر وہاں کوئی چیز بھی کھانے کو نہ تھی۔نہ درختوں میں پھل تھے نہ ان کے پتے ہی ایسے تھے کہ چبائے جا سکتے ،مجبوراً ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور آسمان کی طرف دیکھ کر دل میں کہا کہ یا اللہ ! بھوک تو بہت سخت ہے، برداشت نہیں ۔ابھی دو چار منٹ بھی نہ گزرے ہوں گے کہ آسمان پر بہت سی چیلیں اُڑتی نظر آئیں وہ بڑی تیزی وتندی سے آپس میں لڑ رہی تھیں ،غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ایک چیل کے پنجے میں کوئی چیز ہے جو دوسری چیلیں اس سے چھیننا چاہتی ہیں۔میں سمجھا کہ یہ خرگوش کا بچہ ہے جو چیل کہیں سے لے آئی ہے۔آخر میں جنگ اس قدر تیز ہوگئی کہ چیل کے پنجوں میں جو چیز تھی چھوٹ گئی اور بالکل میرے سامنے آکر گری۔میں نے دیکھا کہ وہ ایک رومال ہے جس میں کچھ بندھا ہوا ہے۔کھولا تو اس میں سے چار پُراٹھے اور چار انڈے کی ٹکیاں نکلیں ۔میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور پیٹ کی آگ بجھائی۔برادران حلقہ ! جو اللہ پر واقعی بھروسہ رکھتا ہے ۔اللہ تعالیٰ اس کو کبھی مایوس نہیں کرتا ،اسی طرح اور بھی بہت سی الجھنیں اور پریشانیاں جو کسی وقت بھی انسان کا پیچھا

نہیں چھوڑتیں۔ مثلاً بیماریاں، مقدمات، میاں بیوی کی ناچاکی، ہمسائیوں کی بے جا زیادتیاں، دفتروں میں افسروں کی ناراضی، ملازمت جانے یا ترقی رکنے کا خوف، کاروبار میں نقصان، یہاں تو جس طرف دیکھو خطرات اور پریشانیاں ہی ہیں اور کیوں نہ ہوں جب کہ پیدا کرنے والے نے خود ہی کہہ دیا: **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدْ** (ہم نے انسان کو پیدا ہی پریشانیوں کے بیچ میں کیا ہے۔)

صرف زبان سے یہ کہہ دینے سے کہ میں صرف ایک خدا کو مانتا ہوں توحیدی نہیں بنتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جو کچھ احکام وہدایات دی ہیں ان پر دل سے یقین اور صداقت سے عمل کرنے سے توحیدی بنتا ہے۔

جب تم پر کوئی مصیبت پڑے تو حکم ہے کہ صبر اور صلوٰۃ کے ذریعہ اللہ سے مدد مانگو۔ افسوس یہ کہ آج مسلمان صبر کے صحیح معنی بھی نہیں جانتے۔ صبر کے معنی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب کوئی مصیبت پڑے تو اس کو دور کرنے کیلئے عمل کچھ نہ کرو، اللہ پر بھروسہ کرکے خاموش گھر بیٹھ جاؤ اور انتظار کرتے رہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی نہ کسی دن اس مصیبت کو خود دور کردیگا۔ چنانچہ زبان سے ایسے ایسے محاورے بھی نکل جاتے ہیں کہ ''ہم تو صبر کئے بیٹھے ہیں''۔ میرا صبر پڑے تیری جان پر۔'' ''مجبوری کا نام صبر ہے۔'' وغیرہ وغیرہ۔ صبر کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں بلکہ صبر کے معنی ہیں'' برداشت کرنا، اور خوشی سے برداشت کرنا۔ میں پہلے صبر کے وہی معنی سمجھا تھا جو اوپر بیان ہوئے ہیں لیکن ایک دن **فتوح الشام** میں جنگِ یرموک کی ایک لڑائی کا ذکر پڑھتے ہوئے یہ الفاظ نظر سے گزرے۔ ''جب رات کا اندھیرا بہت گہرا ہوگیا تو لڑائی بند ہوگئی اور صحابہ کرامؓ اپنے اپنے خیموں میں پہنچے تو اپنی زرہ بکتر وغیرہ اتارتے ہوئے ایک صحابیؓ نے دوسرے سے کہا۔ ''**الحمدللّٰہ**'' آج اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑا صبر عطا فرمایا۔ صبح کی نماز کے بعد جب لڑائی شروع ہوئی اس وقت سے اب تک دونوں ہاتھوں میں تلوار لے کر برابر لڑتا رہا ہوں نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ نمازیں بھی قضاء ہوگئیں۔ لیکن میں نے ذرا تھکان محسوس نہیں کی۔ ایک دو مرتبہ کچھ سستی سی غالب ہوئی تو اللہ تعالیٰ

نے نئے سرے سے دل میں وہ طاقت پیدا کی کہ نئے ولولہ اور جوش سے پھر لڑنے لگا اور سینکڑوں کافروں کو جہنم واصل کیا۔'' یہ الفاظ پڑھ کر میرے ذہن میں صبر کے معنی اس طرح کھلے جیسے کہ کوئی چیز آنکھوں سے نظر آتی ہے۔اس وقت میں سمجھا کہ صبر کے معنی تو برداشت کرنے کے ہیں اور وہ بھی خوشی سے برداشت کرنے کے ہیں۔یعنی جب تمہیں کوئی مشکل پیش آئے یا کوئی مصیبت آن پڑے تو اس کو دفع کرنے کیلئے بھرپور کوشش کرو اور وہ بھی اس طرح کہ سستی ،تکان یا مایوسی کا خیال تک تمہارے دل میں نہ آنے پائے۔جب کوئی آدمی اس شان سے کوشش کرے گا تو اول تو وہ یقیناً کامیاب ہوگا اور اگر نہ بھی ہو تو کوشش کے دوران مصیبت کا خیال اس کے دل و دماغ کو ہرگز اس طرح متاثر نہ کرے گا جیسا کہ خاموش بیٹھے رہنے میں کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم پر جو مصیبت آنے والی ہے وہ ہم نے پہلے ہی سے تمہارے نام کتاب میں لکھ دی ہے۔اس آیت سے بھی آپ کو ذہنی اور قلبی تقویت ملنی چاہیے۔تمہیں سوچنا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ مصیبت ہمارے نام پہلے ہی لکھ دی ہے تو اس پر گھبرانا ،رنج کرنا، مایوس ہوجانا، انتہائی ناشکری، کفرانِ نعمت بلکہ ایک قسم کی بغاوت ہے۔آپ آنے والی مصیبتوں کو نعمت سمجھ لو تو تمہیں دائمی مسرت جیسی نعمت حاصل ہوجائے جو کہ کروڑوں اور اربوں روپے میں بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔

اللہ کے فرمان کے مطابق مصیبت کسی طرح نعمتوں کی تکمیل کا باعث ہوتی ہے۔مصیبت میں خدا زیادہ یاد آتا ہے اور تضرع و زاری کے ساتھ یاد آتا ہے۔قلب میں جو غرور اور رعونت یا غصہ پیدا ہوتا ہے وہ عام جسمانی اور قلبی دماغی کمزوری کی وجہ سے اگر بالکل کمزور نہ ہو بہت کم ضرور ہوجاتا ہے۔طبیعت شر و فساد سے ہٹ کر نیکی کی طرف مائل ہوجاتی ہے۔سالکان راہِ خدا کا تجربہ ہے کہ جس قدر کسی کو تکلیف ہوتی ہے اسی قدر اس کا تعلق اللہ سے زیادہ ہوجاتا ہے۔مصیبتوں اور تکلیفوں سے سب سے بڑی نعمت جو انسان خصوصاً ایک سالک کو ملتی ہے وہ ہے قوتِ برداشت۔

نقوشِ مہر و وفا

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ۔ سویڈن)

باباجی خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ فرماتے تھے کہ "موت سے آپ ویسے ہی گھبرا جاتے ہیں۔ خدا کی قسم! موت اس کے سوا کچھ نہیں، ایسا ہی ہے جیسے ایک قمیض اتار کر دوسری قمیض پہن لی جائے۔ آپ سارا کچھ وہی رہتے ہیں، آپ کی Personality، آپ کے اعمال، آپ کی Understanding، یہ جسم اتر جاتا ہے، ایک دوسرا جسم مل جاتا ہے اور آپ عالم برزخ میں چلے جاتے ہیں۔ قمیض کی مانند یہ جسم جو مادے کیلئے ضروری ہے اسے اتار دیا جاتا ہے۔ اس کی جگہ ایک دوسری قمیض مل جاتی ہے جس کیلئے کھانے پینے جیسے ان مادی لوازمات کی ضرورت نہیں رہتی۔ آپ کا یہ علم، آپ کا عمل، اور آپ کی Personality سب ساتھ رہتا ہے۔ اس میں ڈرنے والی کیا بات ہے؟ علامہ اقبالؒ نے بھی فرمایا:

؎ موت کو سمجھا ہے غافل اختتامِ زندگی ہے یہ شامِ زندگی، صبحِ دوامِ زندگی

موت تو دائمی زندگی کی صبح ہے۔ ہر روز آپ کے پاس رات ہوتی ہے اور دن ہوتا ہے، پھر رات ہوتی ہے پھر دن ہوتا ہے۔ یہ موت کا سفر بھی ایسے ہی ہے۔ آپ کے سامنے یہ اللہ کی آیات ہیں۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ "نیند موت کی بہن ہے"۔ اس طرح روز مرنے اور روز جینے جیسا ہوتا ہے۔ مرتے ہیں تو جینا بھی ہوگا۔ بندۂ مومن وہ ہے جو موت سے نہیں ڈرتا۔ وہ تو ہمہ وقت تیار رہتا ہے اس کے پاس جانے کیلئے۔ مجھے بلائیں تو میں جاؤں۔ وہ زندگی کی حقیقت کو سمجھ جاتا ہے کہ یہ عارضی جگہ ہے۔ مجھے یہاں تربیت کیلئے بھیجا گیا ہے۔ مجھے وہاں اس مالک حقیقی کے پاس جانا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے بھی فرمایا ہے کہ

؎ نہ تو زمیں کیلئے ہے نہ آسماں کیلئے جہاں ہے تیرے لئے، تو نہیں جہاں کیلئے

یہ سب کچھ تیرے لئے بنایا گیا ہے، تجھے اس کیلئے نہیں بنایا گیا کہ تو آئے اور اس میں غرق ہو جائے۔

؎ مقامِ پرورش آہ و نالہ ہے یہ چمن

تمہیں احساس ہونا چاہیے کہ یہ تمہارا ٹھکانا نہیں ہے۔ تمہارا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ نہ کوئی محبوب ہے اور نہ ہی کوئی معبود ہے۔ نہ کسی کے آگے جھکنا ہے، نہ سجدہ کرنا ہے۔ <u>سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرنی ہے۔</u>

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ۔ (سورۃ البقرہ۔ آیت ۱۶۵)

''ایمان والے وہ ہیں جو سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرتے ہیں''۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ سے، صحابہؓ سے، اور اسکی مخلوق سے۔ اس لئے فرمایا کہ یہ جہاں ہے تیرے لئے۔ یہ جہاں تیرے لئے بنایا، تو اس کو استعمال بھی کر، اس سے اپنی قوت میں اضافہ کر، زندگی کو اور اس کی سہولتوں کو بہتر بنا۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کو سمجھ کہ اس میں کیا کیا وہ کر رہا ہے۔ اللہ کے کام کو سمجھ۔ کچھ اللہ کے احکام ہیں اور کچھ اللہ کے کام ہیں۔ اس سائنس کا جو موضوع ہے یہ اللہ کے کام ہیں۔ اس کو آپ Study کرتے ہیں کہ کیسے یہ کیا۔ اللہ فرماتا ہے کہ دیکھ کیسے ہوائیں آتی ہیں؟ کیسے بادل کو چلاتی ہیں؟ کیسے مردہ زمین کو ہم پانی سے زندہ کر دیتے ہیں؟ دیکھو، ایک ہی پانی اور مٹی سے مختلف قسم کے پھل، سبزیاں، اور خوشبوئیں سب یہ کیسے پیدا ہوئیں؟ گلاب میں جو خوشبو ہے، اس کی خوشبو کہاں سے آئی؟ مٹی میں تو کوئی خوشبو نہیں ہے۔ موتیا میں جو اتنی پیاری پیاری خوشبو ہے اس سے اللہ یاد آتا ہے، نہ یہ کھانے کے کام آتا ہے، نہ پینے کے۔ یہ خدا کی حکمت کی خوشبو ہے، میرے لئے، تیرے یاد کرانے کیلئے کہ جس نے یہ پھول بنایا ہے وہ ذات کیسی ہے؟

؎ تے چنگی صورت تے عاشق ہونا کا دی اے دانائی
عاشق بن توں اُس سوہنے دا جس اے شکل بنائی

جس نے یہ بنایا ہے اس کو دیکھو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس نے یہ سب کچھ بنایا ہے وہ خود کتنا سوہنا ہے۔ اس نے تمہیں اپنی محبت کیلئے بنایا ہے۔ اس نے تمہیں اپنے قرب میں جگہ دی پھر

اس زمین پر بھیج دیا۔خود فرمایا:

لَقَد خَلَقنا الانسانَ فِي اَحسَنِ تَقوِيم . ثُمَّ رَدَدنٰهُ اَسفَلَ سٰفِلِينَ. (سورۃ التین۔۵۔۴)

ترجمہ :" ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے پھر ہم نے اسے ادنیٰ ترین مخلوق کے درجے میں لوٹا دیا۔"

مجھے بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر بدترین جگہ پر پہنچا دیا ،اب میں کیسے واپس جاؤں؟ یہ بتانے کیلئے پیغمبر تشریف لائے۔یہ خدا کی بندگی ہے، یہ صراط مستقیم ہے،اس پر چلو گے تو کامیاب ہو گے۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَ رَبُّكُم فَاعبُدُوه هٰذَا صِرَاطٌ مُّستَقِيمٌ. (سورۃ آلِ عمران ۳۔آیت ۵۱)

ترجمہ: بے شک اللہ میرا اور تمہارا ربّ ہے۔پس اس کی عبادت کرو۔یہی سیدھا راستہ ہے۔)

میرا ربّ بھی اللہ ہے اور تمہارا ربّ بھی اللہ ہے، یہی صراط مستقیم ہے۔اسی پر چلو۔ یہ بتانے کیلئے پیغمبر آئے تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے۔

زندگی ایسے ہے جیسے درخت کے نیچے مسافر سوتا ہے، آرام کر لیتا ہے۔میرے لئے ہی نہیں ساری انسانیت کیلئے ایسے ہی ہے تھوڑی دیر آرام کر لو، سائے کا فائدہ اٹھا لو، لکڑی توڑ کر آگ جلا لو، گھوڑا ساتھ باندھ لو، کوئی پھل ہے تو پھل کھا لو، یہ تھوڑی دیر کا قیام ہے۔اس درخت کے نیچے تو کسی نے ڈیرہ نہیں ڈالنا ہوتا۔

؎ مقامِ پرورش آہ و نالہ ہے یہ چمن نہ سیرِ گل کیلئے ہے نہ آشیاں کیلئے

یہ دنیا اس لئے نہیں ہے کہ اس میں پھنس جاؤ۔اس کو صرف استعمال کرنا ہے اللہ کی معرفت کیلئے۔اس میں اللہ کی نشانیاں ہیں۔

وَفِي الاَرضِ اٰيَاتٌ لِّلمُوقِنِينَ. وَفِي اَنفُسِكُم اَفَلا تُبصِرُونَ. (سورۃ الذاریات۔آیات ۲۱۔۲۰)

"اور یقین کرنے والوں کیلئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہارے اندر بھی، پھر کیا تم غور سے نہیں دیکھتے"۔اس زمین میں اور تمہارے اندر بھی، تم دیکھتے کیوں نہیں۔دیکھو! تسلیم و رضا والی زندگی اور یہ سارا کچھ جو تعلیمات ہیں اس پر چلنا ہے۔

باباجیؒ نے بھی فرمایا کہ ''اللہ جب تک صحت دے، عزت دے، آل اولاد دے، مال دے، آپ خوش۔وہ تمہارا اللہ اور آپ اس کے بندے۔جب کبھی وہ آزمائے۔۔۔۔''

وَ لَنَبلُوَنَّکُم بِشَیءٍ مِّنَ الخَوفِ وَالجُوعِ وَ نَقصٍ مِّنَ الاَموَالِ وَالاَنفُسِ والثَّمَرٰتِ۔

(سورۃ البقرۃ ۲۔آیت ۱۵۵)

ہم ضرور آزمائیں گے۔''لام'' تاکید کالگایا گیا ہے کہ Test کے بغیر کوئی دوستی نہیں ہوگی۔ Friendship is subject to test. یہ تو ادھر پتا چلے گا جب مشکل وقت آئے گا۔ اچھے وقت میں تو سب ساتھ ہوتے ہیں۔ادھر پتا چلے گا جب پھنس جائیں گے۔نسلی لوگ ہوں تو نسلیں یاد رکھتی ہیں کہ اس خاندان سے ہماری دوستی تھی، میرے دادا سے ان کی دوستی تھی، وہ ساتھ نہیں چھوڑتے۔اللہ تعالیٰ نے بھی اسے Subject to test رکھا ہے۔وَلَنَبلُوَنَّکُم بِشَیءٍ مِّنَ الخَوفِ ۔ خوف ڈالیں گے اور دیکھیں گے۔ وَالجُوعِ ۔ بھوکا رکھیں گے اور دیکھیں گے۔ وَنَقصٍ مِّنَ الاَموَالِ وَالاَنفُسِ ۔ مالوں میں کمی، جانوں میں کمی، سب میں کمی ڈالوں گا پھر دیکھوں گا کہ بندہ اب کیا کرتا ہے۔سارے ٹیسٹ۔ہوسکتا ہے کہ دنیا کے سارے ہی ٹیسٹ لکھ دیتا کہ سب میں سے ٹیسٹ ہوگا۔ساتھ ہی حکم ہو رہا ہے کہ فَبَشِّرِ الصّٰبِرِین. جو برداشت کرتے ہیں، انہیں میری طرف سے بشارت دے دو۔انہیں میری طرف سے خوشخبری پہنچا دو۔ بات یہ ہے کہ خوشی سے صبر کرنا ہے۔رو دھو کر نہیں کہ کیا کریں اب صبر ہی کرنا ہے، صبر نہیں کریں گے تو اور کیا کریں گے۔یہ صبر نہیں ہے۔صبر وہ ہے جو پیار سے ہو، خوشی سے ہو۔

؎ جنہاں دکھاں تے دلبر راضی، انہاں توں سُکھ وارے

دکھ قبول محمد بخشا راضی رہن پیارے

وہ صبر کرنا ہے۔خوشی سے کہ میرے مولا نے یہ کہا ہے کہ

قُل لَن یُصِیبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ھُوَ مَولٰنَا وَ عَلَی اللّٰہِ فَلیَتَوَکَّلَ المُوء مِنُونَ۔

(سورۃ التوبہ ۹۔آیت ۵۱)

آپ ان کو بتا دیجئے کہ ان کو کوئی تکلیف پہنچ ہی نہیں سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے لکھ رکھی ہے۔

اب اللہ نے لکھ رکھی ہے آپ کے نام بقلم خود، سرکاری مہر لگ کر آتی ہے کہ یہ آپ کیلئے ہے۔ آپ کہیں کہ میں قبول نہیں کرتا۔ کیسے قبول نہیں کرتے؟ یہ ایک طرح کی بغاوت ہے۔ کہا کہ مہر لگی ہوئی ہے، میری طرف سے آ رہی ہے، خاص آپ کیلئے ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ

''کوئی چیز نہ تمہارے نفسوں کے ساتھ بیتتی ہے، نہ دنیا میں کوئی حادثہ ہوتا ہے، مگر وہ لکھی ہے، پہلے ہی قبل اس کے کہ وہ واقعہ ہو۔''

ہمارے کام ایسے تو نہیں ہوتے۔ مردِ مومن اس کے ساتھ چلتا ہے۔ وہ اللہ کا ہو کے رہتا ہے۔ اپنی زندگی میں اس کی وحدانیت پہ، اس کی توحید پر قائم رہتا ہے۔ وہ پھر ادھر اُدھر دائیں بائیں نہیں دیکھتا۔ یہی قوت پیدا کرنی چاہیے۔ یہ سارا کچھ جو ہمارے ہاں جو ہے، یہ شوق، یہ حوصلہ، یہ سلوک کی منزلیں، یہ سب اللہ کے ذکر سے ہے۔ جب اللہ کا ذکر بند کرتے ہو تو نیچے گر جاتے ہو۔ یہی قوت ہے جو Lift کیے ہوئے ہے۔ اللہ کی طرف لے جا رہی ہے۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ۔ تم اللہ کا ذکر کرتے ہو، اللہ تمہارا ذکر کر رہا ہے۔ Gravity جو ہے وہ Settle down ہو گئی ہے۔ اب اوپر والی کشش ہی لے جا رہی ہے اللہ کے ذکر کی وجہ سے۔ جب اللہ کا ذکر بند کرو گے تو پھر دنیا میں چلے جاؤ گے۔ اس کو جاری رکھنا ہے۔ یہ ہیلی کاپٹر کے انجن کی مانند ہے جو پنکھے کو چلاتا ہے۔ اس کو کبھی بند نہیں کرنا۔ اس نے ہی تو Balance کر رکھا ہے۔ اگر انجن بند کر دیا جائے تو کدھر جاؤ گے؟ سیدھے نیچے جاؤ گے۔ یہ پاس انفاس ہے اسے بند نہیں کرنا۔ یہ ذکر کی طاقت جو ہے آپ کو Float کر رہی ہے۔ جس طرح یہ **فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ** ہے اسی طرح حدیث قدسی ہے کہ اللہ فرماتا ہے بندہ ایک دفعہ یاد کرے میں دس دفعہ یاد کرتا ہوں۔

باباجیؒ فرماتے تھے کہ فقیر بننا ہے تو بچے بن جاؤ۔ بچہ کوئی نقصان کرتا ہے، کوئی سیٹ توڑ دیتا ہے تو ماں مارتی ہے۔ چل دفعہ ہو جا۔ باباجیؒ نے فرمایا کہ کتنی دفعہ مارے گی؟ پھر وہی ماں

ہوتی ہے جو بیٹے سے لگا لیتی ہے۔منہ ادھر سے صاف کرتی ہے، اُدھر پیار کرتی ہے کہ میں نے ایسے ہی مارا ہے۔کب تک مارے گی؟ جو ستر (۷۰) ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے وہ کب تک مارے گا؟

ے یار دا تُو ہاں مول نئیں چھڈ دے پاویں مارو سو سو جوتے

ایک فقیر نے لکھا ہے کہ جو فقیر ہوتا ہے اس کے پیچھے کتے لگ جاتے ہیں۔کہتا ہے کہ کتے اس کے دشمن نہیں ہوتے۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے جو ایک مالک کا دروازہ چن لیا ہے تو میں دَر دَر نہیں پھرتا تو تو ں کیوں دَر دَر پھرتے ہو؟ کتے اس واسطے اسے بھونکتے ہیں کہ میں حیوان ہو کے ایک دَر نہیں چھوڑتا لیکن تو ں انسان ہو کے کیوں دَر دَر پھرتا ہے؟ فقیر کی اپنی سوچ ہوتی ہے، وہ اپنے انداز سے سوچتے ہیں۔ہے بھی ٹھیک۔یہ قوت، یہ سوچ ساری اسی اللہ کے ذکر پاس انفاس سے ملتی ہے۔بابا جیؒ نے مختصر سا سلیبس کر دیا ہے کہ وہ کرو۔پاس انفاس کرنا ہے۔اللہ اللہ ۔سانس کے ساتھ۔کبیر نے بھی لکھا ہے کہ کبیرا فقیری سیکھنی ہے تو پنہارن سے سیکھ۔عورتیں جو دریاؤں سے پانی بھر کے لاتی ہیں۔انہوں نے اپنے سروں پر دو دو یا تین تین گاگریں رکھی ہوتی ہیں۔وہ ان گاگروں پر ہاتھ نہیں رکھتیں بلکہ ایسے ہی چلتی ہیں۔وہ اپنے دھیان سے انہیں کھڑا رکھتی ہیں۔دھیان ان کا ادھر ادھر نہیں جاتا ورنہ یہ گاگریں گر جائیں گی۔باتیں بھی کر رہی ہیں، مذاق بھی کر رہی ہوتی ہیں، اور کام بھی چل رہا ہوتا ہے۔

ے کبیرا فقیری سیکھنی ہے تو پنہارن سے سیکھ بات کرے سکھیوں سے مگر دھیان گاگر کے بیچ

باتیں کرتی ہیں سہیلیوں سے مگر دھیان گھاگر میں ہی رہتا ہے، یہ ہل نہ جائیں۔وہ پانی کی خاطر یہ کر سکتی ہیں تو تم اپنے اللہ کیلئے یہ کیوں نہیں کر سکتے کہ دھیان اللہ کی طرف سے نہ ہٹے۔سودا بھی بیچیں، باتیں بھی کریں، اور اللہ اللہ بھی ساتھ چلتا رہے۔

اسی طرح لکھا ہے کہ ایک بندہ جو خانہ کعبہ سے گلے لگا تھا مگر اس کا دھیان اس دنیا کی طرف تھا کہ میں نے ہر مال لے جانا ہے، Smuggling کرنی ہے، کسٹم والے اندھے ہو

جائیں، میں لے جاؤں یہ سارا کچھ۔اس نے گلے خانہ کعبہ کو لگایا تھا مگر دھیان دنیا کی طرف تھا۔دوسرا وہ عجیب بندہ دیکھا کہ کاروبار میں بیٹھا ہے، دکان میں ہے مگر دھیان اللہ کی طرف ہے۔یہ بات ہے، یہی کرنا ہے۔دنیا میں گزرتے ہوئے اللہ کو یاد کرنا ہے۔کہا ہے کہ کثرت سے یاد کرو۔ وَاذْکُرُاللّٰہَ کَثِیْرا ۔اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔رات کو جب دہاڑی کا حساب لگائیں تو اللہ کا ذکر زیادہ ہو۔اسی طرح ذکر کے جو فضائل بتائے گئے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے۔اَنَا جَلِیْسُ من ذَکَرَ جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں۔اس کے پاس بیٹھتا ہوں۔اور کیا چاہیے؟ اللہ کو ملنا ہے تو کہتے ہیں کہ اللہ والوں سے ملو۔وہیں ہوتا ہے وہ تمہیں بھی وہاں مل جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ذکر کرنے والا اور نہ کرنے والا ایسے ہوتے ہیں جیسے زندہ اور مردہ۔جو ذکر نہیں کرتا وہ Dead ہوتا ہے، جو ذکر کرتا ہے وہ زندہ ہوتا ہے۔بلب جو نہیں جل رہا، اس کی تار ٹوٹ گئی ہے Head quarter سے Disconnect ہوگئی ہے۔Dead ہوگیا ہے، ہم بھی اسے Dead ہی کہتے ہیں۔یہ بلب Dead ہوگیا ہے۔یہ سرکٹ Dead ہوگیا ہے، یہ ساری لائن Dead ہوگئی ہے۔Connection کٹ جاتا ہے تو Dead ہو جاتی ہے۔جو لائن جڑی ہے وہ چل رہی ہے۔یہ ایسا ہی ہے جیسے فرمایا کہ ذکر کرنے والا اور نہ کرنے والا ایسے ہیں جیسے ایک زندہ ہے، ایک مردہ۔جس کی تار جڑی ہے وہ زندہ ہے، جل رہا ہے، روشنی بھی ہے، سب کچھ ہے۔اس کی تار کو ہاتھ بھی کوئی نہیں لگاتا، ڈرتا ہے کہ میں ہاتھ نہیں لگاتا اس میں بجلی آرہی ہے۔باباجیؒ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے کہ ایک Dead wire ہے بغیر کرنٹ کے۔ایک کرنٹ والی ہے اس میں اللہ سے تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ کرنٹ والی ہے۔

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کے خطوط بنام محمد قاسم-ملتان

مورخہ: 24.05.2007

آپ کی محنت اور محبت کی بدولت بستی دین پوروالا حلقہ خوب ترقی کررہا ہے۔ سب سے محبت اور شفقت کا برتاؤ کریں اور بھائیوں کو بھی یہ تعلیم دیں کہ ارکانِ سلسلہ ایک دوسرے سے اپنے سگے بھائیوں سے بھی زیادہ پیار کریں۔اللہ کے لئے محبت کا یہ رشتہ موت کے بعد بھی قائم رہے گا۔

شبیر صاحب اور ان کے اہلِ خانہ کو بھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے کہ وہ حلقہ کی خدمت کررہے ہیں۔ان کا سارا گھرانہ ہی خلوص و محبت والا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی دِلی مرادیں پوری فرمائے اور دُنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے۔آمین!

حلقہ ذکر کے بعد دس منٹ کے ''درسِ طریقت'' کا وقت ہونا چاہیے، جس میں طریقت توحیدیہ یا چراغِ راہ سے یا میرے خطبوں سے کچھ پڑھ کر بھائیوں کو سنایا جائے تا کہ تعلیم یاد ہو جائے اور عمل کے لئے آسانی ہو۔اس کے بعد دوستانہ گپ شپ لگائیں۔

شجرہ عالیہ توحیدیہ روزانہ ذکر میں بھی پڑھنا ضروری ہے۔اس سے سلسلہ کے سارے بزرگوں سے فیض ملتا ہے اور کسی نہ کسی بزرگ سے مضبوط روحانی تعلق قائم ہوجاتا ہے، جس سے سالک کو فائدہ ہوتا ہے اور حلقہ ذکر میں بھی ضروری ہے۔اگر وقت کم ہو تو ''خودی کا سِرِ نہاں'' اور صدقے جاواں مُرشد ٹوں'' یہ چھوڑ سکتے ہیں اور دوسرا ذکر مختصر کر سکتے ہیں۔شجرہ سب بھائی یاد کریں اور مل کر پڑھا کریں۔

مورخہ: 18.08.2011

سلسلہ توحیدیہ کا یہ کمال ہے کہ اس سے جہاں متشرع قسم کے بزرگ فیض اُٹھاتے ہیں وہاں رند اور قلندر بھی اپنا حصہ وصول کر لیتے ہیں۔آپ کے لئے مسلسل دُعا کرتا رہتا ہوں لیکن

سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں۔کرامات کا ظہور بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے ہوتا ہے۔

ہماری دُعا سے کتنے ہی بے اولاد لوگوں کی اُمیدیں بَر آئیں۔جس نے لڑکا مانگا اسے اللہ تعالیٰ نے لڑکا دیا اور جس نے لڑکی کی خواہش کی اسے لڑکی عطا کی۔کئی لاعلاج مریضوں کو اللہ نے شفاء عطا فرمائی، یہ سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہر طرح کے حالات سے آزماتا ہے۔اس لئے کہا گیا ہے کہ **"استقامت بہتر از کرامت"** استقامت مطلوب ہے ہر حال میں۔لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہیں کیا کرتے، مُرشد انسان ہی ہوتا ہے۔جو لوگ مُرشد کی تعلیم سے آگاہ ہوجاتے ہیں وہ جان لیتے ہیں کہ عزت، دولت، صحت، مرتبہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔اللہ جب کسی کرامت کا اظہار چاہتا ہے تو اس کی عارضی طاقت اپنے بندہ کو عطا کردیتا ہے۔بندہ بھی جان لیتا ہے کہ یہ میری طاقت نہیں بلکہ اللہ کی طاقت ہے۔اور اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا۔گویا اللہ تعالیٰ اپنی طاقت کے ذریعے اپنے بندے کی کرامت یعنی بزرگی کا اظہار کرتا ہے۔

مورخہ: 16.06.2005

اللہ تعالیٰ کی مدد سے آپ کا حلقہ دین پور وسیع ہوجائے گا اور اس کا اجر آپ ہی کو ملے گا۔حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ اگر ایک آدمی بھی تمہاری وجہ سے ایمان لے آئے تو یہ دنیا کے سَتر سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ اچھا ہے۔آپ کا کام مُرشدؒ کے طریقہ پر لوگوں کو اللہ کی راہ پر لگانا ہے۔ذکر اور نماز کی ترغیب دینی ہے۔جس کے لئے ہدایت کی منظوری ہوگی اللہ اس کے سینے کو کھول دے گا۔اور ذکر کی لذت اسے اپنی گرفت میں لے لے گی۔

فیصل خان اور ان کے سارے گھر والے ہی محبت اور خدمت کرنے والے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور سلسلہ کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خلیل احمد بڑا پیارا بیٹا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا مزید ذوق عطا فرمائیں اور قابلِ فخر توحیدی بنائیں۔ میں اسکی محبت اور چاہت کی قدر کرتا ہوں لیکن حلقہ ذکر کی جگہ ایسی مرکزی

ہونی چاہیے۔ جہاں پہنچنے میں اکثریت کو سہولت ہو۔ اس کا فیصلہ خادم حلقہ کو کرنا ہے۔ ان کے خلوص کے پیشِ نظر ان کے ہاں پروگرام رکھ لیا کریں تاکہ ان کے اہلِ محلّہ بھی ذکر کی محفل کی برکتوں سے مستفیض ہو سکیں۔ ویسے تو زکریا ٹاؤن کا نام بھی پیارا ہے اور خلیل کا گھر بھی پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے! وہاں ہمارا مستقل حلقہ بن جائے۔ اس کے لئے سب بھائی خلوص کے ساتھ محنت کریں اور خلیل احمد کے ہاں جب ذکر کا پروگرام ہو تو فیصل خان اور دوسرے حلقوں سے بھائی اور امین شاہ صاحب بھی شرکت کریں اور زکریا ٹاؤن والے اپنے اپنے احباب کو محفل ذکر میں شمولیت کی دعوت دیں اور کوئی مناسب بھائی سلسلۂ توحیدیہ کی تعلیم کا تعارف کرائے، سلسلہ کی انفرادیت بتائے اور ذکر کا طریقہ بھی بتائے۔ اس طرح انشاء اللہ دو چار مجالس کرنے سے کافی لوگ متاثر ہونگے۔ میری طرف سے تمام پیارے توحیدی بھائیوں کو محبت بھرا اسلام اور پُر خلوص دُعائیں۔ والسّلام

قدرت کی سزا

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا خط بنام محمد صدیق ڈار صاحب 25/2/1962)

''ریاض صاحب سے کہنا کہ حلقہ میں رہنا ہے تو اس قسم کی حرکتیں نہ کریں ورنہ قدرت کی طرف سے سزا ملے گی۔ ہم تو کچھ نہیں کہتے مگر اللہ جانتا ہے وہ برداشت نہیں کرے گا۔ سزا دے گا۔ بیسیوں نے آزما لیا اور جس کا دل چاہے آزما لے۔''

مرشد کے ساتھ رابطہ

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا خط بنام محمد مرتضیٰ صاحب 1/3/1965)

''جب تک پیر کے ساتھ مختلف حلقوں کا رابطہ قائم نہ رہے وہ لوگ کیسے ترقی کر سکتے ہیں۔ باطنی رابطہ کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ وہ جتنا ضروری ہے اتنا ہی ضروری ظاہری رابطہ ہے۔ وہ خط و کتابت ہی سے ہوسکتا ہے یا ماہوار فنڈ وغیرہ آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ فلاں حلقہ زندہ ہے۔ جب دونوں باتیں نہ ہوں نہ خط، نہ فنڈ تو میں کیا سمجھوں۔''

متحد ہو کر تمام برائیوں کا خاتمہ کریں

(منصور علی خان)

حقیقت میں اپنی خود ساختہ تباہ کن رسوم و رواج، انتشار، ذہنی نا اتفاقی، عدم اعتماد، منافقت، بغض و عناد و قبائلی عصبیت، جاگیرداری، فرقہ واریت، ذات پات جیسی برائیاں ہمارے اخوت و بھائی چارے کے قومی جذبے کو دیمک کی طرح اندر ہی اندر کھائے جا رہی ہیں۔ قوم، قبیلے رنگ و نسل اور زبانیں صرف ایک دوسرے کی پہچان کا ذریعہ ہوتی ہیں جیسا کہ سورۃ الحجرات آیت ۱۳ میں اللہ کا فرمان ہے:

یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۝

ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں گروہوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ یقیناً اللہ کے نزدیک تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ ہمارا کردار انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر کیا ہونا چاہیے، تو ہمیں ذرا اس پر غور کر لینا چاہیے کہ ہم کر کیا رہے ہیں۔ اگر ہم تجزیہ کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ ہم بہت سے غیر اسلامی رسم و رواج پر عمل کر رہے ہیں جو ہمارے اندر نا اتفاقی پیدا کر رہے ہیں جس سے ہم کمزور ہو رہے ہیں اور یہ رسوم ہمارے تشخص کو تباہ و برباد کر رہی ہے۔ یہ شیطان کا عمل ہے جو ہمارے اندر نا اتفاقی اور انتشار پھیلانا چاہتا ہے تاکہ اس طرح ہم کمزور ہو جائیں اور وہ ہم پر غالب آ جائے، ہمارے خون کے اندر سرایت کر جائے۔ اگر ہم متحد رہیں گے تو ہم غالب رہیں گے نا اتفاقی کی صورت میں مغلوب ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ آلِ عمران آیت ۱۰۳ میں متحد رہنے کا حکم دیا ہے۔ وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ

ترجمہ: ''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔''

جو قومیں بیدار رہتی ہیں اور شب و روز مستعد رہتی ہیں اور جدوجہد کرتی رہتی ہیں، آرام و راحت کو اور غرور و تکبر کو خیر باد کہہ دیتی ہیں اور اپنی ذہنی صلاحیتوں اور زندگی کو اپنے ملک و قوم کی آزادی اور بقاء، اپنے وقار اور اپنے تشخص اور عدل و انصاف قائم کرنے کیلئے کھپا دیتی ہیں وہی قومیں دنیا میں ترقی کرتی ہیں، چٹانوں کی طرح قائم رہتی ہیں اور نا قابلِ تسخیر بن جاتی ہیں۔ ہمارا حال اس کے برعکس ہے۔ ہم نے یہ فرض کرلیا اور اپنے اسلامی تشخص، اخوت و مساوات کے جذبے، اپنی عزت و وقار سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ اور توقع کرنے لگے کہ ہمیں کوئی ہاتھ پاؤں نہیں ہلانے ہیں، اپنے اندر اتحاد پیدا کرنے اور ترقی کیلئے جدوجہد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ اُمید اور توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے آسمان سے من و سلویٰ اتارے گا جیسے بنی اسرائیل کیلئے اتارا تھا۔ لیکن ہم بھول گئے ہیں کہ ہمارے درمیان موسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں۔ لہذا کوئی من و سلویٰ نہیں اترے گا۔ ہمیں یہ باور کر لینا چاہیے کہ اس دنیا میں کوئی چیز مفت نہیں ملتی، ہر چیز کی کوئی قیمت ہے۔ زندگی کو ہر چیز کی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ ہم جو بوئیں گے سو کاٹیں گے۔

خبر نہیں کیا نام اس کا، خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

(علامہ اقبالؒ۔ ارمغان حجاز)

ہم معجزوں اور کرامات کے خوگر ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ بیہودہ رسم و رواج پر عمل کر کے ہمیں رسوائی اور بدنامی کے سوا کچھ نہیں ملے گا؟ آزادی ملنے کے دن سے ہم سودی قرضوں کے سہارے زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمارا ملک اور اس کی ایک ایک چیز بشمول ہماری ذات یعنی ہم خود اور ہماری آنے والی نسلیں غیر ملکی اقوام کے گروی ہیں۔ کیا ہم گروی رہنے کا مطلب سمجھتے ہیں؟ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اپنی زندگیاں اپنے قرض خواہوں کی مرضی کے مطابق گزارنا ہیں نہ کہ اپنے مذہب کی ہدایات کے مطابق۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ سودخوری

کبیرہ گناہ ہے،حرام ہےاور اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کے خلاف اعلان جنگ ہے۔اس کالازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہیں۔قرآن میں اللہ پاک کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (البقرہ-۲۷۸)

ترجمہ: " اے لوگو جو ایمان لائے ہو،اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے،اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم ایمان لائے ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے"۔

کیا کبھی ہم نے اس پر غور کیا ہے کہ ہم غیر ملکی اقوام کے کیوں غلام ہیں،ہماری زبانیں گنگ ہیں؟ کیا ہم سوچنے سمجھنے سے قاصر ہیں؟تفکر،سوچ بچار تو زندہ قوموں کی علامات ہیں۔ ہمارے کردار اور اعمال سے تو اب ایسا لگتا ہے جیسے ہم کوئی آزاد قوم نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت اور انحراف نے ہمارے وقار کو مجروح کر دیا ہے۔افسوس ہم نے بڑی مشکل سے غلامی کی زندگی سے نجات حاصل کی تھی لیکن ہمارے کٹھ پتلی حکام نے ہمیں پھر اتنا سستا بیچ دیا۔

قوے فروختند! وچہ ارزاں فروختند!

ہم نے اپنے گلے سے ایک طوقِ غلامی اتارا تو دوسرا (قرضوں کا) پہن لیا۔ہم نے اپنے آپ کو دوسروں کا غلام بنائے رکھنے کو ترجیح دی،بجائے اس کے کہ ہم اپنے طرزِ عمل میں مثبت تبدیلی لاتے۔

فطرت کا قانون اٹل ہے۔اگر ہم احکامِ الٰہی کو اپنی زندگیوں کا محور نہیں بناتے تو شیطان ہم پر حاوی ہو جائے گا۔ایک خالی پیالہ یا جام کا تصور کیجئے۔اگر ہم اس میں دودھ ڈال دیں تو یہ دودھ کا پیالہ کہلائے گا لیکن اگر ہم اس میں سے دودھ گرا کے اس میں گندی نالی کا پانی ڈال دیں گے تو یہ بدبودار اور مضر گندے پانی کا پیالہ بن جائے گا۔اسی طرح ہمارے دل (کے جام) میں اللہ تعالیٰ بس سکتا ہے ورنہ پھر شیطان کا بسیرا ہوگا۔فارسی کہاوت ہے کہ خانۂ خالی را دیومی گیرد۔

ایک دل میں دونوں نہیں رہ سکتے۔ اس سے ثابت یہ کرنا مقصود ہے کہ اگر ہم اپنی زندگی قرآن وسنت پر مبنی اسلامی قوانین کے مطابق نہیں گزاریں گے تو کوئی نہ کوئی غیر ملکی قوم کسی نہ کسی انداز میں ہمارے اوپر حکومت کرتی رہے گی۔

ہمارے ملک کی سلامتی کی بقاء باہمی اخوت میں ہے:

ہر بات میں اور ہر مشکل میں منفی اندازِ فکر تباہ کن اور خطرناک ہے۔ اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیے۔ دینی اور دنیاوی علوم سے ناواقفیت، باہمی عدم اعتماد، مل جُل کر کام نہ کرنا، پیشہ ورانہ صلاحیتوں کا فقدان، اخلاقی ضابطوں کی پابندی نہ کرنا اور ایک دوسرے سے بغض وحسد ایسی بیماریاں ہیں جو ہمیں دیمک کی طرح اندر ہی اندر چاٹ رہی ہیں۔ یہ آپ کی اپنی مرضی ہے کہ آپ اپنے آپ کو کیا مقام دینا چاہتے ہیں، لیکن یہ اصول فراموش نہ کریں کہ جب اختلاف پیدا کریں گے تو کمزور ہو جائیں گے اور پھر لازماً کوئی طاقتور عنصر آپ کی بقا اور سلامتی پر حملہ آور ہوگا۔ تمہارے تہذیب و تمدن اور تشخص کو تہس نہس کر کے رکھ دے گا۔ پہلے سپین کے مسلمانوں کے ساتھ ہوا اور بوسنیا کے مسلمانوں کے ساتھ ہماری آنکھوں کے سامنے یہی کچھ ہوا۔ حال ہی میں فلسطین، افغانستان اور عراق کے مسلمانوں کے ساتھ ہماری آنکھوں کے سامنے یہی کچھ ہو رہا ہے۔

یاد رکھیں! مستقبل آپ کا ہے، آپ مستقبل کے نہیں ہیں یا کوئی قصہ پارینہ نہیں ہیں۔ اپنی آنے والی نسل کیلئے اپنے ملک کو باقی رکھیں کیونکہ وہ ایک مضبوط اور آزاد پاکستان کے معمار ہیں۔ قبل اس کے کہ ملک وقوم ذہنی، معاشی اور اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو جائے، اللہ نہ کرے، اللہ نہ کرے کہ یہ ملک صفحۂ ہستی سے مٹ جائے جیسے کہ ازلی دشمن ہنود و یہود اور عیسائی (غیر مسلم قوتیں) سازشیں کر رہے ہیں اور منصوبے بنا رہے ہیں، بطور مسلمان اور پاکستانی اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ وفا کریں۔

نیا سائنسی دور متواتر اُبھر رہا ہے اور بڑی تیزی سے زندگی پر حاوی ہو رہا ہے۔ جہالت کی اس جدید دور میں پاکستان کو اندرونی و بیرونی بے شمار مسائل کا سامنا ہے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ مخدوش حالات وواقعات سے پیدا شدہ سنگینی کا سنجیدگی سے نوٹس لیا جائے جو اس امر کے متقاضی ہیں

کہ ہم متحد ہوں اکٹھے ہوکر بطور ایک قوم کے عمل کریں اور انفرادی طور پر معاشی انقلاب میں اپنا کردار ادا کریں جس کے نتیجے میں حقیقی طور پر خواندگی میں اضافہ ہو، کیونکہ یہ دونوں ہماری آزادی اور وجود کے ضامن ہیں۔

اپنے تمام وسائل کو مجتمع کریں، ایک پلیٹ فارم پر سب اکٹھے ہوں، علوم، عزم، اتحاد، امن و محبت، باہمی یگانگت، اعتماد، عزت و احترام، اخلاق، قومی جذبے، وفاداری، جرأت و ہمت، اُمید، تنظیم، وقار، آگہی اور اسلامی تشخص جیسی اقدار کو ایمان کے کیپسول میں ڈال کر اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا ملمع چڑھا کر تقویٰ کے امرت دھارے کے ساتھ سب خصوصاً نئی نسل اپنے جسم میں اتارے اور کلمہ طیبہ یعنی "لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ" کے نور سے اپنے دلوں کو گرمائے اور روشن کرے اور حلاوتِ ایمانی سے تمام بنی نوع انسان کو مستفید کرے تو اِنشاء اللہ مسلمان ایک ناقابل تسخیر قوم بن کر اُبھریں گے اور پھر اسی دور کی یاد تازہ کردیں گے۔

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا
(اقبالؒ۔ بانگِ درا)

نیک عمل کے انعامات

(حمید اللہ حمیدی)

نیکی کرنے والوں کے لئے دنیا اور آخرت میں ان گنت انعامات ہیں۔ دنیا میں اللہ کی مخلوق کے محبوب نظر قلبی سکون سے سرشار رہتے ہیں۔ نیکی سے جو سکون ملتا ہے اس کا جسمانی و اعصابی نظام پر براہ راست مثبت اثر پڑتا ہے۔ نیک انسان تندرست وتوانا اور چاک وچوبند رہتا ہے۔ نیکی جسمانی صحت اور ذہنی سکون کے لئے اساس ہے۔ نیکی سے انسان ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کا خوگر ہوجاتا ہے اور برائیاں دور ہوجاتی ہیں۔

☆......پس جو کوئی اپنے ربّ کی ملاقات کا اُمیدوار رہوا، اُسے چاہیے کہ نیک عمل کرے۔ نیکیاں برائیوں کوُدور کردیتی ہیں۔(اَلْھُوْد)

☆......جوشخص نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ہم ان کو (دنیا اور آخرت میں) ایک اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور ان کے اچھے اعمال کا صلہ انعام دیں گے (النحل)

☆......جو لوگ اپنے مال و دولت دن رات کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے ربّ کے پاس ہے اور ان کیلئے کسی خوف اور رنج کا مقام نہیں۔(البقرہ)

☆......پس جو کوئی اپنے ربّ کی ملاقات کا اُمیدوار ہو، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے ربّ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔ ”خرچ کرتے ہیں تو یقیناً ان کے پروردگار کے حضور ان کا اجر ملے گا اور انہیں نہ تو کسی کا خوف ہوگا اور نہ کسی (نامرادی مایوسی) کا غم ہوگا۔(البقرہ)

یعنی فلاحِ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنے والوں کیلئے دنیا میں اور آخرت میں منافع ہی منافع ہے انہیں کسی خسارے کا اندیشہ نہیں ہوگا اس کے برعکس دولت اور مال و زر کو گن گن کر رکھنے والا ہمیشہ ذہنی خلفشار، خوف اور سود و زیاں کے غم میں مبتلا رہتا ہے۔

☆......حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے اچھا عمل

کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کا دل خوش کر دینا بڑے اجر کا کام ہے۔ اگر بھوکا ہو تو کھانا کھلا دو اس کے پاس کپڑے نہ ہوں تو کپڑے پہنا دو یا اس کی کوئی ضرورت رُکی ہوئی ہو تو اسے پورا کر دو۔" (**ترغیب۔ طبرانی**)

اجر سے مُراد وہ انعامات ہی نہیں جو ایک صالح بندے کو جنت میں نصیب ہوں بلکہ دنیا میں ملنے والی وہ راحتیں اور سکونِ قلب کی دولت بھی ہے جس کے لئے آج انسانیت ترس رہی ہے۔ یہی دلی سرور اس نعمت کی ایک جھلک ہے جو بندے کو جنت میں ملے گی۔

"اور نیک کام کرو شاید کہ تم کو فلاح (کامیابی، خوش حالی اور آسودگی) نصیب ہو"۔ (**الحج**)

نیک اعمال اور پاکیزہ افکار سے انسان کے جذبات میں توازن طبیعت میں ثبات، ذہن میں کشادگی اور دل میں طمانیت اور حلاوت نصیب ہوتی ہے۔ زندگی میں راحتوں اور لطافتوں کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ انسانیت کیلئے اپنی توانائیاں اور دولت صرف کرنے والے سکونِ قلب کی دولت سے مالامال رہتے ہیں۔

☆.....حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تیری نیکی تجھے مسرت بخشے اور تیری بدی تجھے بُری لگے اور غم لائے تب تو مومن ہے"۔

وہ لوگ جو اپنی دولت، وقت اور توانائیاں خدمتِ خلق اور دُکھی انسانیت کے لئے صرف کرتے ہیں تو ضرورت مندوں کے دلوں سے ان کیلئے دُعائیں نکلتی ہیں۔ یہی انُہیں سکون قلب فراہم کرتی ہیں اور زندگی میں روشنی کا باعث بنتی ہیں۔

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے اس حقیقت کا سراغ ملتا ہے کہ خدمتِ خلق میں عظمت و مخدومیت مضمر ہے۔ اس سے وہ سچی خوشی ملتی ہے جو حاصل زندگانی ہے اور اس سے روح اپنے اندر ارواحِ خلائق کو جذب کر کے بحرِ بیکراں بن جاتی ہے ایسی ہی روح اپنی محدودیت کے باوجود

بحرِ بیکراں بن کر روحِ الوہیت کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے پھر بندے کا ہاتھ، الٰہی ہاتھ، اس کی سوچ فکر کبریائی اور اس کا فعل، فعل ربّانی بن جاتا ہے۔ لہٰذا عوام کی خدمت سے سچی خوشی حاصل کرنا اور ان روحوں کو اپنے اندر آباد دیکھنا عظمتِ خلق کی دلیل ہے۔

جب بھی موقع ملے جہاں بھی موقع ملے، نیکی میں تاخیر اور غفلت نہیں برتنی چاہیے۔ محسن اعظم ﷺ کا ارشاد ہے: اگر قیامت کی گھڑی آ جائے اور تم میں کسی کے ہاتھ میں کسی پودے کی قلم ہو اور اتنا وقت میسر آ جائے کہ اسے زمین میں لگا سکے تو اسے ضرور لگا دے کیونکہ اسے اس کام کا بھی اجر ملے گا۔

شبلیؒ کا قول ہے: ''نیکی سے روح کو سکون ملتا ہے اور بدکاری سے اضطراب، اسی کا نام عذاب وثواب ہے جو افعال کا لازمی نتیجہ ہے یہ سوال کہ گناہ سے عذاب کیوں ہوتا ہے گویا یہ پوچھنا کہ انسان زہر سے ہلاک کیوں ہوتا ہے۔''

ایک فلسفی کندی نے کہا ہے کہ: ''ہر فرد سکون و مسرت کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ یہ نعمت اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور پاکیزہ اعمال سے مل سکتی ہے۔''

حضرت علیؓ کا فرمان ہے: ''اگر چہ کوئی قدرشناس نہ ملے مگر تو اپنی نیکی کو بند نہ کرنا۔''

مسرت چھوٹے چھوٹے کاموں میں پوشیدہ ہوتی ہے یہ جہاں سے بھی ملے سمیٹنے کی کوشش کرنی چاہیے، پیاسے کو پانی پلانا، بیمار کی عیادت کرنا، ہمسائے سے خوش اخلاقی سے ملنا، کسی بھوکے کو کھانا کھلانا، کسی کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیرنا، خوشی اور سکون حاصل کرنے کے مواقع ہیں۔

ایک فلاسفر **ولٹسن** کا قول ہے:

نیکی جو بھی کر سکتے ہو کرو جن ذرائع سے کر سکتے ہو کرو، جس طرح سے بھی کر سکتے ہو کرو۔ جہاں بھی کر سکتے ہو کرو۔ جب بھی کر سکتے ہو کرو۔ جس کے ساتھ بھی کر سکتے ہو کرو، جب تک کر سکتے ہو کرو۔ حسن عمل ہی حسن زندگی ہے۔ لوگوں سے حسن سلوک، رواداری، محبت بھرے الفاظ اور پُرخلوص مسکراہٹ ہی نیکی کا وہ مقدس جذبہ اور رازِ عمل ہے جس کا انعام دنیا میں شادمانی کی صورت

میں ملتا ہےاور آخرت میں اجرِ عظیم کی صورت میں ملے گا۔ ایسے صاحبِ ایمان جب پاکیزہ عمل اور نیکی کرتے ہیں تو اللہ سبحان وتعالیٰ انہیں دوجنتوں کی خوش خبری دیتا ہے۔ ''جو شخص اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونے (اطاعت وعمل صالح) کی فکر رکھتا ہواس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

ایک جنت تو نیک بندے کو آخرت میں ملے گی اور دوسری جنت اسے نیک کاموں کے بدلے اس دنیا میں ملے گی، اس جنت سے مراد وہی دلی سکون، لذت اور سرور کی کیفیت ہے جو ایک جنتی کو جنت میں نصیب ہوگی۔

حضرت ابنِ قیمؒ فرماتے ہیں:

''گناہ سے روح میں انقباض (سکڑ جانا) اور نیکی سے سرور وانشراحِ (کھلنا) قلب پیدا ہوتا ہے۔ اس انشراح کی علامات یہ ہیں کہ انسان واقعات حادثات سے متاثر نہیں ہوتا۔ اسے موت کا ڈر نہیں رہتا۔ اسکی نظریں ملاءِ اعلیٰ پر مرکوز رہتی ہیں اور وہ اندھیروں سے نکل کر ایک منور دنیا کا باسی بن جاتا ہے۔''

نیکی اور سکون:

☆......ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؒ سخت سردی میں رات کو کسی مسافر خانے کی تلاش میں ایک مسجد میں پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ مسجد میں بیٹھے تین آدمی سردی سے کپکپا رہے ہیں دروازے میں کواڑ نہ ہونے کی وجہ سے برفانی ہوا برابر اندر چلی آرہی تھی۔ اللہ کے نرم دل، مقرب بندے نے ان مسافروں کو سخت سردی سے بچانے کیلئے ساری رات دروازے کے بیچ کھڑے ہوکر گزاردی تاکہ ٹھنڈی ہوا سے مسافر محفوظ رہیں اس نہایت کٹھن مرحلہ میں انہیں جسمانی تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ ان کے اعصاب سُن ہوکر رہ گئے، لیکن دِل اس بے غرض خدمت خلق پر فرحت اور طمانیت سے لبریز تھا۔

☆......امریکی صدر ابراہیم لنکن ایک مرتبہ سفر کے دوران اپنے ہم سفر سے ایک واقع

بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔"نیکی کرنے والے لوگ بے غرض ہوتے ہیں اور یہی جذبہ ان کو نیکی پر اُکساتا ہے اس نے بتایا کہ ایک مرتبہ اس نے ایک عورت کو نہر کے کنارے شور مچاتے ہوئے دیکھا جس کی بکریاں نہر میں ڈوب رہی تھیں اور وہ مدد کے لئے پکار رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر میرا جذبہ ترحم اُبھرا اور میں اس کی بکریاں بچانے کیلئے نہر میں کود پڑا۔اور اس کی بکریاں بچالیں ،اس کے ہم سفر نے اس سے پوچھا کہ اگر وہ یہ نیک کام نہ کرتا تو کیا ہوتا۔ابراہیم لنکن نے جواب دیا:اگر میں یہ نیکی نہ کرتا اور خاموشی سے گزر جاتا تو تمام دن میں دلی سکون سے محروم رہتا جبکہ اس نیکی سے میرا دل طمانیت سے سرشار رہا۔

☆......ایک امریکی کروڑ پتی "جوزف میڈل" سے کسی نے پوچھا کہ تمہاری کامرانی اور شادمانی کا کیاراز ہے تو اس نے کہا"نیک زندگی۔"

☆......بیکن نے کہا تھا کہ:خوش حال زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو نیک بننے کی کوشش کرو۔

☆......ارسطو نے ایک سوال کے جواب میں شاگردسے کہا تھا:

"مسرت کے حصول کیلئے نیکی کرنا چاہیے،نیکی سے انسان کے دل کو سکون ملتا ہے۔"

☆......" جس طرح شہد کی مکھی پھول کا رس اور خوشبو چوس کر پھول کے حسن کو مجروح کیے بغیر اُڑ جاتی ہے اس طرح نیک آدمی دنیا میں گھومتا رہتا ہے"(مہاتمابدھ)

فطرت کا یہ اصول ہے کہ جو بہترین چیز بانٹ دی جائے وہی چیز یا اس سے بہت اچھی چیز (کئی گنا زیادہ ہوکر) واپس اپنے مقام پر پہنچ جاتی ہے۔

جیسا کہ دانشور ڈرائن نے کہا ہے کہ:

GIVE THE WORLD BEST YOU HAVE AND
THE BEST WILL COME BACK TO YOU.

ترجمہ: دنیا کو بہتر چیز دو اس کے بدلے میں، تمہیں بہترین چیز ملے گی۔

خطبة حجة الوداع

(عرفان الحق)

حج کے دن حضور نبی کریم ﷺ عرفہ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے وہاں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھلنے لگا تو آپ ﷺ نے قصوا (اپنی اونٹنی) کولانے کا حکم فرمایا۔ اونٹنی تیار کر کے حاضر کی گئی، تو آپ ﷺ اس پر سوار ہو کر بطن وادی میں تشریف فرما ہوئے اور اپنا وہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں دین کے اہم امور بیان فرمائے۔

آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے خطبے کی یوں ابتدا فرمائی: ”اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے، وہ یکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا، اس نے اپنے بندے (رسول ﷺ) کی مدد فرمائی اور تنہا اسی کی ذات نے باطل کی ساری مجتمع قوتوں کو زیر کیا۔ لوگو! میری بات سنو! میں نہیں سمجھتا کہ آئندہ کبھی ہم اس طرح کسی مجلس میں اکٹھے ہو سکیں گے۔ (اور غالباً اس سال کے بعد میں حج نہ کر سکوں گا)۔

لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”انسانو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا کہ تم الگ الگ پہچانے جا سکو۔ تم میں زیادہ عزت و کرامت والا اللہ کی نظروں میں وہی ہے، جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔“ نہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل ہے، نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر۔ نہ کالا گورے سے افضل ہے، نہ گورا کالے سے۔ ہاں! بزرگی اور فضیلت کا کوئی معیار ہے تو وہ تقویٰ ہے۔

انسان سارے ہی آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہیں اور آدم اس کے سوا کیا ہے کہ وہ مٹی سے بنائے گئے۔ اب فضیلت و برتری کے سارے دعوے، خون و مال کے سارے مطالبے اور سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔ بس بیت اللہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت علیٰ حالہ باقی رہیں گی۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قریش کے لوگو!

ایسا نہ ہو کہ اللہ کے حضور تم اس طرح آؤ کہ تمہاری گردنوں پر تو دنیا کا بوجھ لدا ہوا اور دوسرے لوگ سامان آخرت لے کر پہنچیں۔ اور اگر ایسا ہوا تو میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا"۔

اے قریش کے لوگو! اللہ نے تمہاری جھوٹی نخوت کو ختم کر ڈالا اور باپ دادا کے کارناموں پر تمہارے فخر و مباہات کی گنجائش نہیں۔ لوگو! تمہارے خون و مال اور عزتیں ایک دوسرے پر قطعاً حرام کر دی گئیں ہمیشہ کے لیے۔ ان چیزوں کی اہمیت ایسی ہی ہے جیسی تمہارے اس دن کی اور اس ماہ مبارک کی، خاص کر اس شہر میں ہے۔ تم سب اللہ کے سامنے حاضر ہو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس فرمائے گا۔

دیکھو! کہیں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس میں کشت و خون کرنے لگو۔ اگر کسی کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت رکھوانے والے کو امانت پہنچادے۔

لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اپنے غلاموں کا خیال رکھو۔۔۔۔ہاں! غلاموں کا خیال رکھو۔ انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، ایسا ہی پہناؤ جیسا تم پہنتے ہو۔

دورِ جاہلیت کا سب کچھ میں نے اپنے پیروں سے روند دیا۔ زمانہ جاہلیت کے خون کے سارے انتقام اب کالعدم ہیں۔ پہلا انتقام جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں، میرے اپنے خاندان کا ہے۔ ربیعہ بن الحارث کے دودھ پیتے بیٹے کا خون جسے بنو ہزیل نے مار ڈالا تھا، اب میں معاف کرتا ہوں۔ سود جس میں عباس بن عبدالمطلب کے خاندان کا سود ہے اب یہ ختم ہو گیا۔

لوگو! اللہ نے ہر حق دار کو اس کا حق خود دے دیا، اب کوئی کسی وارث کے حق کے لیے وصیت نہ کرے۔ بچہ اسی کی طرف منسوب کیا جائے گا جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ جس پر حرام کاری ثابت ہو، اس کی سزا پتھر ہے، حساب و کتاب اللہ کے ہاں ہوگا۔ جو کوئی اپنا نسب بدلے گا یا کوئی غلام اپنے آقا کے مقابلے میں کسی اور کو اپنا آقا ظاہر کرے گا اس پر اللہ کی لعنت۔

قرض قابل ادائیگی ہے، عاریتاً لی ہوئی چیز واپس کرنی چاہیے ۔ تحفے کا بدلہ دینا چاہئے اور جو کوئی کسی کا ضامن بنے ، وہ تاوان ادا کرے ۔ کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے کچھ لے، سوائے اس کے جس پر اس کا بھائی راضی ہو اور خوشی خوشی دے۔ خود پر اور ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرو ۔عورت کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کا مال اس کی اجازت کے بغیر کسی کو دے۔

دیکھو! تمہارے اوپر تمہاری عورتوں کے کچھ حقوق ہیں ۔اسی طرح ان پر تمہارے حقوق واجب ہیں ۔عورتوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ اپنے پاس کسی ایسے شخص کو نہ بلائیں، جسے تم پسند نہیں کرتے اور وہ کوئی خیانت نہ کریں، کوئی کام کھلی بے حیائی کا نہ کریں اور اگر وہ ایسا کریں تو اللہ کی جانب سے اس کی اجازت ہے کہ تم انہیں معمولی جسمانی سزا دو اور وہ باز آ جائیں تو انہیں اچھی طرح کھلاؤ پلاؤ۔

عورتوں سے بہتر سلوک کرو، کیوں کہ وہ تو تمہاری پابند ہیں اور خود اپنے لیے وہ کچھ نہیں کرسکتیں۔ چنانچہ ان کے بارے میں اللہ کا لحاظ رکھو کہ تم نے انہیں اللہ کے نام پر حاصل کیا ہے اور اسی کے نام پر وہ تمہارے لیے حلال ہوئیں ۔لوگو! میری بات سمجھ لو، میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔ میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہوسکو گے اگر اس پر قائم رہے، اور وہ اللہ کی کتاب ہے ۔اور ہاں دیکھو! دینی معاملات میں غلو سے بچنا کہ تم سے پہلے لوگ انہیں باتوں کے سبب ہلاک کردیے گئے

شیطان کو اس بات کی کوئی توقع نہیں رہ گئی کہ اب اس کی اس شہر میں عبادت کی جائے گی، لیکن اس کا امکان ہے کہ ایسے معاملات میں جنہیں تم کم اہمیت دیتے ہو، اس کی بات مان لی جائے اور وہ اسی پر راضی ہے، اس لیے تم اس سے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرنا ۔

لوگو! اپنے ربّ کی عبادت کرو ۔پانچ وقت کی نماز ادا کرو ۔رمضان میں مہینے بھر کے روزے رکھو۔اپنے مالوں کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ دیتے رہو۔اپنے اللہ کے گھر کا حج کرو اور

اپنے اہل امر کی اطاعت کروتو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اب مجرم خود ہی اپنے جرم کا ذمے دار ہوگا اور اب نہ باپ کے بدلے بیٹا پکڑا جائے گا۔ نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔

سنو! جو لوگ یہاں موجود ہیں، انہیں چاہیے کہ یہ احکام اور یہ باتیں ان لوگوں کو بتا دیں جو یہاں نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی غیر موجود تم سے زیادہ سمجھنے اور محفوظ رکھنے والا ہو۔

لوگو! تم سے میرے بارے میں (اللہ کے ہاں) سوال کیا جائے گا۔ بتاؤ تم کیا جواب دو گے۔

انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ آپ ﷺ نے امانت (دین) پہنچانے کا حق ادا کر دیا اور آپ ﷺ نے حق رسالت ادا فرما دیا اور ہماری خیر خواہی فرمائی۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی جانب اٹھائی اور لوگوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ اے اللہ! گواہ رہنا۔ اے اللہ! گواہ رہنا۔ اے اللہ! گواہ رہنا۔

مرسلہ: ماجد محمود توحیدی

عید مبارک

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب
اور ادارہ فلاح آدمیت کی طرف سے
تمام قارئین کرام کو عید الاضحیٰ مبارک ہو۔

اللہ اور انسان

(جنرل عبدالرحمٰن خان)

مدت مدید سے اللہ جل شانہ کی تعریف بغیر کسی تعطل کے فرشتے بس ان ہی الفاظ میں کرتے آرہے ہیں۔''اللہ بے نیاز ہے'' ''وحدہ لاشریک ہے'' ''لیس کمثل شئی'' کی شان والا ہے۔''کن فیکون'' کی ''طاقت والا ہے'' فرشتے ان تعریفی الفاظ کے علاوہ کچھ اور سوچ ہی نہیں سکتے۔ ''سُبْحان اللّٰہ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحان اللّٰہِ العظیم'' فرشتوں کی تسبیح ہے۔

اللہ جل شانہ نے جب اپنے آپکو ظاہر کرنے کے لئے کائنات کی تخلیق شروع کرنے کا ذکر قرآن پاک میں فرمایا تو اور ان گنت تخلیقات کا ذکر صرف اور صرف حکم ''کن فیکون'' کو ہی کافی سمجھا۔ البتہ جنّوں کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں آگ سے بنایا گیا۔ مگر اس کے علاوہ اور کوئی تفصیل درج نہیں کی۔ لیکن جب اشرف المخلوقات کا ذکر فرمایا تو انسان کی تخلیق کے تمام مراحل کا تفصیلاً ذکر قرآن مجید میں درج فرمایا تا کہ ان کی تخلیق کے متعلق کسی کو مشکل پیش نہ آئے۔

مگر جنّوں کے سربراہ جو بعد میں شیطان الرجیم کہلایا، جس کو، اللہ تعالیٰ نے اس کی عبادت و اطاعت کے سبب فرشتوں پر بھی شرف عطا فرمایا تھا۔ آگ کو مٹی پر ترجیح دیکر اپنے آپ کو انسان پر فوقیت کا دعویٰ کر کے اللہ کے حکم پہ انسان کو سجدہ کرنے سے انکاری ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں وہ راندہ دربار الٰہی ہو گیا۔ مگر شیطان الرجیم کی درخواست پر قیامت تک انسانوں کو ورغلانے کی اجازت مل گئی۔

اللہ جل شانہ، کی تمام تعریفوں میں، جو''طاقت حکم الٰہی'' انسانوں کے دماغوں میں فتور کی سب سے بڑی وجہ بنی وہ طاقت''کن فیکون'' ہے۔ دراصل یہ طاقت فقط اللہ تعالیٰ ہی کو زیب دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تخلیقات میں کسی اور کو عطا ہی نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم ''کُنْ یعنی ہو جا'' کی ادائیگی پر ہر چیز جو ربّ کریم چاہتا ہے بغیر کسی وقتی وقفے کے ظہور پذیر یعنی

’’فیکون‘‘پس وہ ہو جاتی ہے۔اس میں وقتی تعطل کی گنجائش نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انسانوں کو جو عقل عطا فرمائی ہے وہ محدود ہے۔مگر بتدریج ہے۔ حضرت آدمؑ کی تخلیق کے بعد جو کچھ بھی اس دنیا میں ظہور پذیر ہوا وہ بتدریج ہی ہوا ہے۔علاوہ ازیں زمانہ کی رفتار کے مطابق انسانی عقل کی قوت میں اضافہ مختلف مراحل سے گزر کر ہوا ہے۔

اللہ کریم نے انسان کو دنیا میں رہنے کے لئے اور نیک ہدایت پہ گامزن رکھنے کے لیے اپنے فضل سے پیغمبروں کی ایک خاص جماعت کو مامور کیا، جو اصلاً انسان ہی تھے اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے پیغامات مِنْ وَعَنْ پہنچاتے رہے۔مگر انسانوں نے شیطان الرجیم کے بہکانے پہ مختلف ادوار میں اعتراضات کے انبار لگا دیے۔اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں پیغمبر کی درخواست پہ ایسے ایسے معجزات دکھائے جن کو انسانی محدود عقل نے کچھ عرصہ مان لینے کے باوجود شیطان کے بہکانے پہ اللہ کی طاقت ’’کن فیکون‘‘ کو ہر بار چیلنج کر دیا۔انسان نے اپنی عقل کو برتر ثابت کرنے کے لیے ہر چیز جو عقل انسانی کی کسوٹی پہ پوری نہ اترتی ہو، اسکی شکل ہی بدل دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ کریم کے حکم سے دریا پہ عصا مارنے پہ یکدم راستہ بن جانا، جس کے ذریعہ انکی پوری قوم کا اس گزرگاہ سے بحفاظت گزرنے کے واقعہ کو ’’مدّ و جزر‘‘ سے غلط ملط کرنا ایک بھونڈی تشبیہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ شیطان الرجیم انسانی عقل کو مکمل طور پہ ایسی بھول بھلیوں میں پھنسا دیتا ہے کہ انسانی عقل ماؤف ہو جاتی ہے۔عجب بات ہے کہ فرعون کے لاؤ لشکر کو ڈوبنے دیا گیا، مگر فرعون کی لاش کو اسکی آخری وقت کی معافی کو رد کر کے اللہ کریم نے قیامت تک آنے والوں کے لئے واقعہ کی صحیح نشان دہی کے لیے محفوظ کر دیا۔جو کہ آج بھی فرانس کے عجائب گھر میں دیکھی جا سکتی ہے۔مگر جو لوگ ’’مدّ و جزر‘‘ کو آج بھی دیکھ رہے ہیں وہ اسے دریا کے وسط میں عصا کی ایک ضرب سے پیدا ہونے والا راستہ سے تشبیہ کسی طرح بھی نہیں دے سکتے۔مگر انسانی عقل اس واقعہ کو صحیح ماننے نہیں دیتی۔اور اللہ جل شانہ کے ’’کن فیکون‘‘ کے کرشمہ نہیں سمجھنے دیتی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت آج تک ایک معمہ بنی ہوئی ہے۔ کہ بغیر باپ پیدا ہونے والا بچہ پنگھوڑے میں باتیں بھی کرتا ہے اور اپنے پیغمبر ہونے کی اطلاع بھی دیتا ہے۔ پیغمبری عطا ہونے پر صرف تقریباً ایک درجن لوگ ان کو ماننے لگے۔ جسکو حکومتِ وقت نے اپنے لئے خطرہ جان کر سولی پہ لٹکانے کی سازش کی۔ مگر اللہ جل شانہ نے انہیں زندہ جاوید اپنے پاس آسمان پر اُٹھالیا۔ یہ اللہ کریم کی ''کُنْ فَیَکُوْنْ'' کی طاقت کا کرشمہ تھا جس کو آج تک موضوع بحث بنا کر اس واقعہ کی شکل ہی بگاڑ دی ہے۔ حالانکہ یہ سب کچھ قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے درج کر دیا ہے۔ تا کہ قیامت تک قرآن پڑھنے والوں پہ یہ واقعہ اظہر من شمس رہے۔ مگر کہاں؟ اسے بھی انسانی ظاہری عقل نے روند ڈالا۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی پہ ان کی موت کے بعد ان کی قبر کی جگہ روضہ رسول کریم ﷺ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ مگر یہ ظاہری عقل کے دیوانوں نے اس واقعہ کو نہ جانے کیا کیا عقلی دلائل سے خارج کر دیا ہے۔

مکہ کے دانشوروں نے حضور ﷺ کے واقعہ معراج پہ اعتراض صرف اسی لئے کیا کہ انکی عقل اس تیز ترین رفتار کا احاطہ نہ کر سکی جسکی ایک مثال اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سباء کے قصہ میں عملاً کروا کر درج فرمائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے فرمان پر ایک مردِ حق نے ملکہ سبا کا تخت ایک آنکھ جھپکنے میں انکے دربار میں لا حاضر کیا انکی رفتار تو اب تک بھی دنیاوی عقل کو عطا نہیں ہوسکی۔ حالانکہ انسان خلا میں انسان کو بھیج کر واپس زمین پہ لاسکتا ہے مگر خدا ان انسانوں کے مطابق ایک پیغمبر انسان کو اپنے حکم ''کن فیکون'' سے اپنے پاس بلا کر جب چاہے واپس نہیں لاسکتا؟۔ کیا غضب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان واقعات کا ذکر قرآن کریم میں ہمیشہ کے لئے درج کر کے انسانی عقل کو سوچنے پہ مجبور کر دیا کہ وہ سوچے اور غور کرے اس کتاب یعنی قرآن حکیم کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی۔ کہ کتاب نہ بدلی جاسکتی ہے اور نہ ہی اسکی ایک آیت ہی کے مطابق اور لکھی جاسکتی ہے۔ یہ انسان کے لئے کھلا چیلنج ہے۔ اور جس کسی نے قرآن حکیم کے اس چیلنج پہ عقل انسانی

سے کوشش بھی کی تو ہمیشہ منہ کی کھائی یا پھر قائل ہو کر مسلمان ہو گیا۔

کئی لوگوں نے قرآن کریم میں درج ان واقعات کے علاوہ کئی دوسرے واقعات کے معنوں کو انسانی عقل کے لئے قابل قبول بنا کر، بہت لوگوں کو جو اللہ جل شانہ پر ایمان تو رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے خصوصاً ''کن فیکون'' کی صفت کو مشکوک نہیں بلکہ انکار کی حد تک پہنچا دیا ہے۔کاش یہ لوگ انسانی عقل کو خدائی حدود عبور کرنے کی جسارت پہ عقل سلیم سے سوچیں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام عقل انسانی کی من گھڑت تاویلوں سے کہیں بالا و برتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں کہ وہ سب کام ہمیشہ عقل انسانی کی حدود میں رہ کر ہی کرتا بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اسے اس طرح کا جبری ایمان مطلوب ہی نہیں وہ تو یہ چاہتا ہے کہ انسان اپنی عقل و خرد سے کام لیکر کتاب الٰہی کی مدد سے حق کو پہچانیں۔انسانی دل گواہی دے کہ واقعی سچ وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام نے پیش کیا ہے۔جس کے خلاف باقی عقیدے باطل ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ارادے اور اختیاری ایمان کی آزادی بھی دی ہے کہ انسان جس راہ پہ جانا چاہے جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ انسان کو اسی فطرت اور ساخت پر پیدا فرما سکتا تھا جس میں کفر، نافرمانی اور بدی کا کوئی امکان ہی نہ ہوتا بلکہ فرشتوں کی طرح انسان بھی پیدائشی فرمانبردار ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا کنٹرول ہر طرح سے مکمل ہے پتہ پتہ، ذرہ ذرہ، قطرہ قطرہ اللہ کے حکم کا منتظر ہے، ہل نہیں سکتا بے شک " کن فیکون" بشمول باقی صفات کے اللہ تعالیٰ ہی کو زیب دیتے ہیں۔ ہر انسان کو اللہ کی عبادت ایسے ہی کرنی چاہیے جیسے اسکا حق ہے۔

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرائیل نے
جو عقل کا ہو غلام وہ دل نہ کر قبول

کلامِ نبوی ﷺ کی کرنیں

(مرسلہ: پیر خان توحیدی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جسے چار چیزیں عطا کی گئیں تو اُسے دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں دے دی گئیں۔ 1- شکر گزار دل۔ 2- ذکر کرنے والی زبان۔ 3- آزمائش میں صبر کرنے والا بدن۔ 4- ایسی بیوی جو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں خیانت نہ کرے۔(بیہقی)

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کا شکر بہت اہم فریضہ ہے بلکہ یہ پہلا فرض ہے جو انسان پر عائد ہوتا ہے۔شکر گزاری کا جذبہ بیدار ہو تو پھر انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت میں سستی نہیں کرتا، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرأت نہیں کرتا۔ذکر کرنے والی زبان انسان کو اللہ تعالیٰ، اس کی نعمتوں اور احکام سے جوڑے رکھتی ہے یہی ذکر حقیقی ہے۔جو آدمی زبان سے ذکر کرے، لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے نہ بچے تو یہ ذکر اس کے منہ پر مارا جاتا ہے۔

تیسری چیز صبر ہے۔انسان ہر طرح کی تکالیف اور مصائب میں صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہے، نافرمانی سے بچے، واویلا نہ کرے بلکہ صبر کی تصویر بن کر وقت گزارے۔اس معاملہ میں اسکی محسنہ اس کی بیوی ہوتی ہے۔عُسر و یُسر کی ساتھی ہو اور اسکی پیٹھ پیچھے اپنے نفس اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔اور اسے بے فکر کردے۔جب اسے گھر کی پریشانی نہ ہوگی تو سب تکلیفیں آسان ہوجائیں گی۔

حضرت عبداللہ بن معاویہ عامریؓ سے روایت ہے کہ رسول نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین کام ایسے ہیں جس نے کیے وہ ایمان کا مزہ چکھے گا۔

۱) اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ ۲) اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
۳) خوش دلی سے ہر سال اپنے مال کی زکواۃ ادا کی۔ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ!

اپنے نفس کا تزکیہ کس طرح کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ عقیدہ رکھے کہ جہاں آدمی ہے وہاں اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔(رواہ طبرانی)

ایمان عبادت خصوصاً زکوٰۃ کے ساتھ یہ سوچ کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے ساتھ ہے۔انسان کو ہر قسم کے گناہ سے بچاتا ہے۔اور ہر نیکی پر آمادہ کرتا ہے۔ایک مومن جو اللہ کو واحد خالق و مالک اور معبود و حاکم مانے اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر بھی جانے تو یہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔اللہ تعالیٰ کے سامنے وہ کیسے بدکاری، رشوت اور سود لے، بے گناہ کو قتل کرے اور ظالم کی مدد کرے، یہ برائیاں کوئی انسان اس وقت ہی کرسکتا ہے جب اللہ تعالیٰ اور آخرت سے غافل ہو۔نفس کے تزکیہ کا ایسا نسخہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اسے استعمال کیا تو دنیا کے پاک باز ترین انسان قرار پائے۔راتوں کو اللہ کی عبادت اور دن کو گھوڑوں کی پشت پر سوار ہونا ان کی امتیازی صفت تھی۔انہوں نے اللہ کے دین کیلئے جانیں اور مال یوں نچھاور کیے کہ گویا وہ جنت اور دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔انہیں میدان جنگ میں جنت کی خوشبو آتی تھی، اس لئے قیمتی جان دینا ان کے لئے آسان ترین کام تھا۔آج ہمیں اپنی باتوں کی فکر ہے اور دنیا کی ہوس جو اللہ کو حاضر و ناظر جاننے کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہے۔اگر ہم اس نسخے کو اپنالیں تو ہماری ساری مشکلات اور مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

3- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا قبر کے پاس سے گزر ہوا، جس کے پاس ایک عورت بیٹھی رو رہی تھی، آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا کہ اللہ کی بندی اللہ سے تقویٰ اختیار کر اور صبر کر اس عورت نے کہا، اے آدمی! اپنا کام کر میری مصیبت مجھ پر نہیں آئی، وہ عورت آپ ﷺ کو پہچان نہ سکی اسی لئے یہ جملہ اس کی زبان سے نکل گیا۔کوئی شخص اس منظر کو دیکھ رہا تھا اس نے اس عورت سے کہا کہ تجھے پتہ بھی ہے یہ شخصیت کون تھی؟ یہ رسول اللہ ﷺ تھے، وہ پریشان ہوکر آپ ﷺ کے گھر کی طرف دوڑی اور معذرت کرنے دروازے پر پہنچی تو دیکھا یہاں کوئی محافظ نہیں ہے، اندر چلی گئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ!

غلطی ہوگئی آپ کو پہچان نہ سکی، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: صبر تو اس وقت معتبر ہوتا ہے جب صدمہ تازہ ہو بعد میں تو خودبخود صبر آجاتا ہے۔'' (رواہ البخاری)

نبی کریم ﷺ اصلاح، تزکیہ و تربیت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ خاتون کو قبر کے پاس روتے ہوئے دیکھا تو موقع پر نصیحت کا کلمہ کہہ دیا، اس نے ناگوار بات کی تو آپ ﷺ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اپنا تعارف بھی نہ کرایا۔ اور نہ اسے ڈانٹ ڈپٹ دی۔ اس میں دعوت و تربیت اور واعظ و نصیحت کیلئے بڑا عمدہ نمونہ ہے۔ آج ذرا سی بات پر واعظ لوگوں سے ناراض ہوجاتے ہیں اور انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت کا روشن پہلو دعوتی خطوط کو نمایاں کررہا ہے کہ ناگوار بات سن کر اسے پی جانا چاہیے، اگر ایسا کیا جائے تو زیادہ وقت نہیں گزرے گا کہ بھٹکنے والے سیدھی راہ پر چلتے دیکھائی دیں گے۔ واعظ اور داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ صبر سے کام لے۔ صبر سے معاشرہ میں خوشگوار اور الفت و محبت کی فضاء پیدا ہوتی ہے۔

4- حضرت عیاض بن حمار مجاشعیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تواضع سے پیش آو، کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرے۔ (رواہ مسلم)

نبی کریم ﷺ کی اس ہدایت کو پیش نظر رکھا جائے تو معاشرے میں اُنس و محبت کا دور دورہ ہوجائے۔ جب ہر کوئی دوسرے سے اپنے آپ کو چھوٹا سمجھے اور کسی پر فخر نہ کرے اور کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ لوگ آپس میں متصادم ہوں۔ اس کے برعکس ہر ایک دوسرے کا ہمدرد اور غم گسار ہوگا اور مصیبت میں اس کے کام آنے والا ہوگا۔ جس کی وجہ سے باہمی محبت میں اضافہ ہوگا۔ آج معاشرے کو اس ہدایت کی سخت ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور ﷺ کے فرامین کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

تلاشِ حقیقت- ابتدائے سفر

(سلطان بشیر محمود)

ایک وقت تھا جب کچھ نہیں تھا۔سارا وجود ایک لا وجود میں پنہاں تھا۔حتیٰ کہ سائنس کہتی ہے کہ زمان و مکاں بھی نہیں تھے پھر اس کے مطابق ایک زبردست دھماکہ ہوا جسے بگ بینگ(Big Bang) کا نام دیا گیا ہے۔قرآن کریم اسے ''اَمرِ کُنْ'' کہتا ہے اور پھر یہ کائنات پیدا ہوگئی۔ستارے،سورج ،زمین اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوتے گئے۔بہت ہی کم وقت ہوا،ابھی کل ہی کی بات ہے کہ کائنات نے انسان کاظہور دیکھا اور عجیب بات یہ ہے کہ اس سب سے آخر میں آنے والے نے کائنات کی حقیقت کو شک میں ڈال دیا۔یہ ہمیشہ سے ایسے ہی چل رہی ہے،سب کچھ یہی ہے پھر سائنس نے دریافت کیا ایسا ممکن نہیں بلکہ کوئی پندرہ ارب سال پہلے اس کا آغاز ہوا۔یہ ایک حادثہ(Big Bang) کا نتیجہ تھا لیکن اس سے پہلے کیا تھا جس میں یہ حادثہ ہوا اور یہ حادثہ کس نے کیا؟ کیوں کیا؟ کیسے کیا؟پھر اس مشکوک بحث میں انسان حقیقت سے بہت دور نکل گیا اور حقیقت بھی اس سے بہت دور ہوگئی۔چنانچہ وہ ہمیشہ کیلئے ذہنی کشمکش(Confusion) کا شکار ہوگیا۔اس کشمکش میں جب اس نے آسمانوں میں سورج کو دیکھا تو بولا یہ کیا ہے؟جب کچھ سمجھ نہ آیا تو کہنے لگا شاید یہی میرا خالق ہوگا،سمندروں کو،آگ کو، درختوں کو،غرض جس چیز کو بھی دیکھا جب جواب نہ ملا تو اِن چیزوں کو اس نے خدا سمجھ لیا۔اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ یہ جاننے کیلئے بے تاب تھا کہ اس کی اپنی حقیقت کیا ہے؟ مرنے اور جینے کا کیا راز ہے؟ اس کا آغاز کیا تھا اور انجام کیا ہوگا؟ہم کہاں سے آتے ہیں اور مر کر کہاں جاتے ہیں؟ خالق کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ اچھا کیا ہے، بُرا کیا ہے؟ جھوٹ کیا ہے، سچ کیا ہے؟

وقت گزر گیا جوابات بھولتے رہے لیکن سوالات اپنی جگہ قائم رہے۔ ہمارا موضوع بھی ایسے ہی سوالات کو سمجھنے کی طرف ایک جستجو ہے۔

برٹش تاریخ دان اور مشہور مصنف تھامس کارلائل کے مطابق زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ جب یورپ کے لوگوں کا اعتقاد تھا کہ جب خداؤں کے درمیان لڑائی ہوئی تو ان میں سے ''یامر'' نامی خدا قتل ہوگیا۔ اس کے سر کی کھوپڑی سے آسمان بن گیا، خون کے چھینٹوں سے ستارے بن گئے، ہڈیوں وغیرہ سے زمین وجود میں آئی۔ ادھر مشرق میں ہندوستان کے باشندوں کا ایمان تھا کہ خدا برہمن، اس کے ہاتھوں سے کھشتری (فوجی) اس کے پیٹ سے ویش (کسان) اور پاؤں سے شودر (پیشہ ور) پیدا ہوئے۔ آسٹریلیا کے پرانے باشندے سمجھتے تھے کہ ہوائیں ان کے بزرگوں کے سانس لینے کی وجہ سے چلتی ہیں۔ غرض حقیقت کی تلاش میں انسان کا سفر مختلف ادوار سے گزرتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ حقیقت کو واضح کرنے کیلئے اپنی طرف سے اپنے رسول اور انبیاء بھیجتا رہا ہے۔ لیکن زیادہ تر انسانوں نے اپنی ناسمجھی کی بناء پر ان کا انکار کیا۔

درحقیقت، حقیقت Reality تک پہنچنا بڑا مشکل کام ہے پھر بھی حقیقت Reality کو سمجھنے کی کوشش کرنا ہر دین کا جزو رہا ہے اور خاتم الرسل حضرت محمد ﷺ کی تو لازمی سنت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی یہ دعا ہے: ربّ ارنی حقائق الاشیاء۔ "اے میرے رب مجھے چیزوں کی حقیقت سے آگاہ فرما"۔ یہ تو نبی پاک ﷺ کی دعا تھی۔

<u>دنیا میں جتنے بھی سائنسدان، فلاسفر اور دانشور ہیں انکی بھی کوشش یہی ہے کہ چیزوں کی حقیقت سے آگاہی حاصل ہو۔ سائنس کا تو مقصد ہی اشیاء کی حقیقت تک پہنچنا ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب بھی حقیقت ہی کے داعی ہیں۔</u> غرض کوئی لیبارٹری میں حقیقت کو ڈھونڈتا ہے، کوئی مندر میں، کوئی گرجا میں اور کوئی جنگلوں میں حقیقت کو پانے کیلئے سرگرداں ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ

یہاں سے لگائیں کہ قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ بندے کی زبان سے دعا منگواتے ہیں، قُل رب زدنی علما (سورۃ طٰہٰ آیت 114) ۔"اور کہہ دو کہ اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔" معراج النبی ﷺ بھی دراصل سفرِ حقیقت تھا جس میں سید البشر کو آخری حقیقت کے کچھ مناظر دکھائے گئے۔ اس لئے ایک سچے مسلمان کا مطمع نظر علم اور ادراک دونوں کی مدد سے حقیقت کو سمجھنا ہے اور اس کے قریب تر ہونا ہے۔

اگر چہ صوفیاء کے نزدیک ادراک کا تعلق باطنی شعور سے ہے لیکن شعور کی اپنی حقیقت علم سے ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا بھی ہوسکتا ہے لیکن عام انسانوں کو پوچھنے، پڑھنے اور غور کرنے سے ملتا ہے۔ علم کی وسعت کی حد نہیں دنیا کی تمام یونیورسٹیاں یہی کام کر رہی ہیں مغرب میں بھی اور مشرق میں بھی۔ مسلمانوں کے دورِ عروج میں علم کے حوالے سے بہت زیادہ کام ہوتا تھا۔ چیزوں کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے مباحثے ہوتے تھے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے تو یہاں تک فرما دیا کہ "اللہ تعالیٰ کی تخلیقات میں لمحہ بھر کی فکر گویا ایک سال کی عبادت سے زیادہ افضل ہے۔" آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ "عالم کی دوات کی روشنائی (جس سے وہ لکھتا ہے) شہید کے خون سے افضل تر ہے"۔ ان احادیث سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ علم کا مقام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک کتنا اونچا ہے۔ کیوں نہ ہو؟ چیزوں کے حقائق کو جاننے کے امتیاز ہی نے آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائک بنایا تھا۔ بلکہ اکثر نبیوں کا شعار رہا ہے کہ وہ حقیقت جاننے کیلئے اللہ تعالیٰ سے بھی سوال کرنے سے نہیں شرماتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تو قرآن پاک میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست ہم کلام ہوتے تھے لیکن پھر بھی قوم کے اصرار پر درخواست کر ڈالی "رب ارنی "اے اللہ تعالیٰ مجھے اپنے آپ کو دکھا کہ تو کیسا ہے؟ دیکھا جائے تو ایک نبی اپنی زبان سے جس پر وحی بھی

اترتی ہو، اللہ تعالیٰ بھی ہم کلام ہوتا ہو۔ایسا سوال کرے تو سوال ناگوار گزرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کسی کے سوال کو رد نہیں کرتے ،اسے مطمئن کرتے ہیں ۔فرمایا"موسیٰ! تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا" وہ جو پہاڑ ہے تم اس کی طرف دیکھو، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی اس پہاڑ پر ڈالی ۔یہ ایک بہت بڑا چمکدار بجلی کا دھماکہ تھا ۔پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگیا ،موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی بے ہوش ہوگئے ۔(مفہوم سورۃ الاعراف آیت 143)

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داستان سے بھی آپ واقف ہیں ۔آپ خلیل اللہ تھے، تمام انبیاء (جو آپ کے بعد آئے) کے باپ ہیں، بہت بلند درجہ ہے، آپ کو خانہ کعبہ بنانے کا اعزاز و شرف حاصل ہوا۔آپ ہی کی سنت میں ہم حج اور قربانی کرتے ہیں ۔وہ سوال کرتے ہیں کہ "اے اللہ! مجھے بتا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟" اللہ تعالیٰ اس سوال کو مسترد نہیں کرتے ۔فرماتے ہیں کہ اے خلیل! کیا تو اس بات کو مانتا نہیں ہے؟ کہا اے رب تعالیٰ مانتا تو ضرور ہوں صرف قلبی تسکین کیلئے پوچھتا ہوں ۔اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسے مطمئن کیا فرمایا "جاؤ چار پرندے لاؤ انہیں اپنے گھر میں رکھو۔ان سے انس پیدا کرو، ان سے کھیلو، ان کے نام رکھو وہ آپ کو پہچانیں، آپ انہیں پہچانیں ۔اسکے بعد انہیں ذبح کردو، ان کا گوشت آپس میں ملا دو یوں ان کی علیحدہ علیحدہ شخصیت کو ختم کردو ۔پتہ ہی نہ چلے کہ یہ کس کا گوشت ہے، کس کے ذرات ہیں ۔اسکے بعد آپ کے سامنے جو چار پہاڑ ہیں ہر پہاڑ کی چوٹی پر ایک حصہ گوشت رکھ دو، پھر اپنے گھر کی چھت پر کھڑے ہو جاؤ اور ایک ایک کا نام لے کر پکارو تو پھر دیکھنا کہ کس طرح وہ اڑتے ہوئے تمہارے پاس پہنچ جاتے ہیں۔خلیل اللہ علیہ السلام نے یہی کیا اور دیکھا کہ بکھرے ہوئے ذرات آپس میں مل گئے اور وہ پرندے اڑتے ہوئے آپ کی چھت پر دوبارہ آ گئے ۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے خلیل! میں انسانوں کو بھی ایسے ہی زندہ کروں گا، خواہ تم لوگوں

کے جسموں کے ذرات کہیں بھی ہواؤں میں اڑ جائیں، سمندروں میں بکھر جائیں، تمہیں جلا کر راکھ بنا دیا جائے، تم مختلف قسم کی گیسز (Gases) میں تبدیل ہو جاؤ، غرض یہ کہ تم کہیں بھی کسی بھی حالت میں ہو میں جب تمہیں بلاؤں گا تو تمہارے سارے ذرات اکٹھے ہو کر میری طرف آ جائیں گے اور تمہیں دوبارہ زندگی حاصل ہو جائے گی بالکل ایسے ہی جیسے تمہارے پرندوں کو نئی زندگی ملی ہے۔(مفہوم سورۃ البقرہ آیت 260)

اب یہاں بھی غور طلب بات یہ ہے کہ اگرچہ خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک ایسا سوال کیا جس کی توقع ان سے نہیں کی جاتی تھی لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے برا نہیں منایا۔ بلکہ مکمل مشاہدہ کروایا اور صرف مشاہدہ ہی نہیں کروایا بلکہ اس کی روئیداد (description) ہمیشہ کے لئے قرآن پاک میں محفوظ بھی کر دی۔ تو حقیقت تک پہنچنا مسلمانوں کا شیوہ ہے، اس کے لئے سوال بھی کرنا چاہیے۔ غور بھی کرنا چاہیے۔ اگر آپ حقیقت تک پہنچنے کی خواہش رکھیں گے اور خواہش کے ساتھ کوشش بھی جاری رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی رہنمائی کرے گا۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۔(سورۃ العنکبوت-69)

ترجمہ: ''اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور! ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

مومن کی زندگی اس آیہ مبارکہ کی تفسیر ہے۔ اس کے ہر کام کے پیچھے کارفرما مقصد اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے راستوں پر چلتے ہوئے حقیقت تک پہنچنا ہے۔ اس کا معمول اپنے خالق کی تخلیقات کی پہچان اور ان پر غور و فکر کر کے خالق کی معرفت تک پہنچنا ہے۔ اس کی جد و جہد کائنات کی تسخیر ہے کہ وہ اپنے خالق کا زمین پر خلیفہ ہونے کا حق ادا کرے۔

قلبی واردات اوران کی حقیقت

(حمید اللّٰہ شاہ ہاشمی)

مشاھدۂ حق

مشاھدہ اہل تصوف کی زندگی ہے۔اسی کے لئے وہ مجاہدات کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور دنیا سے قلبی طور پر کنارہ کش ہوکر اپنے وجود تک سے غافل ہو جاتے ہیں۔ شیخ علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ "جب اللہ کا ولی (دوست) موجودات سے آنکھیں پھیر لیتا ہے تو لامحالہ دل سے اللہ کو دیکھ لیتا ہے اور جو مجاہدہ میں جتنا خالص ہوگا مشاہدہ میں اتنا ہی سچا ہوگا کیونکہ باطن کا مشاہدہ ظاہر کے مجاہدہ کے ساتھ مشروط ہے"۔

مشاہدہ کا تعلق چونکہ قلب سے ہے اور اسی کے آئینہ میں انوارِ الٰہی کا انعکاس ہوتا ہے اس لئے اسے مجاہدہ و ریاضت سے صیقل کرنا ضروری ہے۔اس سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ دو چیزوں کا التزام نتیجہ خیز ثابت ہوا ہے۔ایک کم خوری اور دوسرا بیداری۔قلت طعام کے متعلق علماء تصوف کا خیال ہے کہ اس سے دل میں خون گھٹ جاتا ہے۔جس کی وجہ سے اس میں سفیدی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی سفیدی ہی میں اس کا نور ہے۔(دیکھئے قوت القلوب، اول 14) بیداری کے سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ جو شخص خلوص دل سے چالیس راتیں جاگ کر گزارے اس پر عالم ملکوت کھل جاتا ہے۔قلب پر ان کے فوائد و اثرات کا ذکر کرتے ہوئے شیخ ابو طالب مکی "قلب القلوب" اول میں لکھتے ہیں:

"یہ قلب کو روشن کرتا اور اسے جلا بخشتا ہے، اور اس کے روشن ہونے میں غیب بینی ہے اور اس کے صاف ہونے میں یقین کی صفائی ہے۔اس طرح روشنی اور صفائی، قلب کی سفیدی اور نرمی میں داخل ہو جاتی ہے۔چنانچہ قلب صاف آئینہ میں روشن ستارہ کی مانند ہو جاتا ہے"۔

قلب کی اس نورانیت کو مستقل اور پائیدار بنانے میں ذکر کا بھی بڑا کردار ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ "عوارف المعارف" میں فرماتے ہیں کہ جب بندہ خلوت میں دل کی موافقت کے ساتھ کلمہ لا الہ الا اللہ کا ذکر بار بار اپنی زبان پر لاتا ہے تو کلمہ قلب میں جڑ پکڑ لیتا ہے یہاں تک کہ جب زبان وقلب سے کلمہ کی صورت دور ہو جاتی ہے تو اس کا نور جوہر بن کر باقی رہتا ہے۔ذکر لسانی کی کثرت نفس کو قلب سے بات چیت کرنے کا موقع نہیں دیتی اور جب اس پر مداومت جاری رہتی ہے تو ذکر حدیث نفس کی جگہ لے لیتا ہے۔پھر قلب اسے اپنی طرف کھینچتا اور جذب کر لیتا ہے۔اسطرح کلمہ کا ذکر قلب میں جوہر بن جاتا ہے۔اہل تصوف کا خیال ہے کہ قلب کو جلا دینے کی ان تمام کوششوں کے نتیجہ میں ایک طرف تو نور یقین پیدا ہوتا ہے اور دوسری طرف مشاہدہ غیب، یعنی اللہ پاک کی عظمت وجلال کے مشاہدہ کے علاوہ علوم الٰہیہ ولدنی، بندہ پر منکشف ہوتے ہیں۔بندہ غلبہ محبت و جوش مشاہدہ میں ذات حق کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔اور آثار الٰہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اپنے قلب سے مشاہدہ کرتا ہے۔صوفیاء جب مشاہدہ حق کی بات کہتے ہیں تو اس سے بالعموم ان کا مقصود یقین ،قلب کے نور سے مشاہدہ ہوتا ہے۔یقین مشاہدے کا دوسرا نام ہے۔یقین ،قلب کا نور درحقیقت نور الٰہی کی ایک شعاع ہے۔اس کو فراست سے تعبیر کیا گیا جو بندہ صادق کے قلب میں عطیہ ربّانی کے طور پر ودیعت کیا جاتا ہے۔اس نور کی شعاع کی وجہ سے سالک اللہ کی صفاتی اور ذاتی تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے اس کے اندر نور فراست پیدا ہوتا ہے اور اس کا مشاہدہ محکم ہو جاتا ہے۔جب انوار صفات کا مشاہدہ ہوتا ہے تو وہ نور اپنی تعریف آپ کراتا ہے اور خود اپنی پہچان کراتا ہے اس کے بعد سالک کے دل میں لذت وذوق عبادت حاصل ہوتا ہے، یہی مشاہدہ میں جذب وفناء کی آخری منزل ہے۔بندہ جب مشاہدۂ حق میں اپنے احساس وشعور اور علم وآگہی سے جاتا رہا اور اسے فنائے کُلّی حاصل ہو گئی تو وہ صفات الٰہی کے رنگ میں رنگ گیا اور بقاء بالحق حاصل ہو گیا۔

اظہارِ خیال بسلسلہ حلقہ فنڈ

(عزیز عارف)

قرآن کریم تمام انسانوں کیلئے راہِ ہدایت ہے لیکن اس کی ہدایت سے زیادہ فائدہ پرہیز گار اٹھاتے ہیں ۔تقویٰ کے معنی ہیں "نفس کو ہر ایسی چیز سے محفوظ کرنا جس سے ضرر کا اندیشہ ہو"۔عرفِ شرع میں ہر گناہ سے بچنے کو تقویٰ کہا جاتا ہے متقین کی علامات یہ ہیں کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ،نمازوں کو سنت نبوی ﷺ کے مطابق خشوع و خضوع میں ڈوب کر ادا کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے مال،اولاد،علم اور معرفت سب رزق ہیں۔صاحبِ مال کا اپنی دولت سے ، عالم کا اپنے علم سے اور عارف کا اپنے روحانی فیوضات سے مستحقین کو مالا مال کرنا متقین کی تیسری علامت ہے۔سورۃ البقرہ ہی میں فرمایا گیا کہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تو اللہ اسے بڑھا کے کئی گنا کر دے اور رزق کی تنگی اور فراخی تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے ۔اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے لئے اللہ کریم اپنی رحمت کے خزانوں کے منہ کھول دیتا ہے۔اور اگر بخل کیا تو بعید نہیں کہ وہ ناراض ہو جائے اور محتاج و مفلس کر دے۔

حکم ہے کہ اس دن سے پہلے پہلے ہمارے دیئے ہوئے مال کو خرچ کرو جب خرید و فروخت اور دوستی دشمنی کچھ باقی نہ رہے گا۔اللہ کریم نے مال خرچ کرنے والوں کی مثال بیان فرمائی کہ اللہ کی راہ میں مال کا خرچ کرنا ایسا ہے کہ ایک دانہ بیجنے سے سات بالیں نکلتی ہوں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ چاہے تو خرچ کرنے والے کے خلوص نیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے کئی گناہ بڑھا دے۔

اسی طرح اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے خرچ کرنے والوں کی مثال بلند زمین پر واقع ایک باغ جیسی بیان فرمائی کہ اگر مینہ برسے تو فصل میں دگنا پھل آئے اور نہ بھی برسے تو شبنم ہی کافی ہے۔یہ بھی ہے کہ نیکی اور پارسائی کے درجہ کمال تک رسائی اپنی محبوب اشیاء

جن میں مال ومتاع، جسم وجان، جاہ ومنصب اورعلم وعرفان سب ہی شامل ہیں، اللہ کی راہ میں قربان کرنے سے ہی ممکن ہے۔

جیسا کہ آپ سب کوعلم ہے کہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے۔اسلام کی احسن تبلیغ وترویج کو جس قدر روحانی سلاسل سے فائدہ ہوا ہے شاید ہی دیگر طریقوں سے ہوا ہو۔ اس گئے گزرے دور میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ طالبان راہ حق کے لئے امید کی کرن ہے۔

مقتدر اولیائے عظام کوان کے روحانی تبلیغی مراکز کا نظام چلانے، طالبان کی بودوباش اور طعام وقیام کے لئے اہل ثروت کا تعاون حاصل رہا۔ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جہاں مال واملاک باقاعدہ وقف تھیں۔مگر قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے جب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد رکھی تو آپؒ کے پاس اپنا ذاتی مکان تک تھا نہ آخری عمر تک رہا۔ہم میں سے برادران کوعلم ہے کہ قیام پاکستان کے کئی سال بعد قبلہ انصاری صاحبؒ کوکلیم کے عوض بنوں میں ایک واجبی سا مکان الاٹ ہوا تھا جو آپؒ نے فروخت کر دیا تھا اور حاصل شدہ رقم اپنے ورثاء (صاحبزادیوں) میں تقسیم فرمادی تھی۔آپ کو فقیرانہ اور سادہ زندگی گزارنا پسند تھا۔مگر مریدین کو خوب محنت کرنے، تعلیم وہنر اور روحانیت میں اعلیٰ ترین مقامات پر دیکھنا چاہتے تھے۔ملازمت سے فراغت کے بعد آپ کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔

روحانیت کی پیاس بجھانے والے رندوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ گھریلو بجٹ چلانے کے لئے ابتداء میں چندہ یا خیرات فنڈ کے نام سے ہر بھائی کے لئے مبلغ پانچ روپے ماہانہ ادا کرنا لازمی تھا اور حضرتؒ نے ایسے بھائیوں کو جو پانچ روپے ادا نہیں کر سکتے تھے، ادائیگی سے استثنیٰ دے رکھا تھا اور ایسے بھائی جو صاحب استطاعت تھے انہیں اختیار تھا کہ زیادہ حصہ بھی ملا سکتے ہیں۔

جب قبلہ باباجی خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے بنوں سے لاہور مستقل ترک سکونت فرمائی تو مختلف مقامات پر قیام فرمایا۔بالآخر گلبرگ میں ایم ایم عالم روڈ پر واقع اپنے ایک متموّل مرید

میاں محمد علی مرحومؒ کے ہاں ان کے گھر المعروف گنبد والی کوٹھی میں رہائش اختیار فرمائی۔

سلسلہ کی باقاعدہ تنظیم ہو چکی تھی۔ پاکستان کے بہت سے شہروں خاص کر پاکستان ایئر فورس کے Bases پر حلقہ ہائے ذکر قائم ہو چکے تھے۔ توحیدی بھائی انصاری صاحبؒ کی ملاقات کیلئے دور دراز سے آتے تھے مگر رات کا قیام تقریباً ناممکن تھا۔ یہ بات قبلہ صاحبؒ کو ناگوار گزرتی تھی چندے کو بدل کر حلقہ فنڈ کا نام دے دیا گیا تھا اور قبلہ انصاری صاحبؒ نے ہر بھائی کی آمدن کا اڑھائی فیصد حلقہ فنڈ مقرر فرما کے اسے لازمی قرار دیا بلکہ تعلیم کا حصہ فرمایا۔

سلسلہ کی تعلیمات کو عام کرنے کی غرض سے ایک مرکز کے قیام کو ناگزیر سمجھتے ہوئے قبلہ انصاریؒ نے بھائیوں کی مشاورت سے آستانہ توحیدیہ کے لئے خصوصی فنڈ کا اعلان فرمایا۔ جس میں بھائیوں نے دل کھول کر تعاون کیا۔ یہاں تک کہ کئی برادران کی بیگمات نے اپنے زیور تک فروخت کر کے رقوم تعمیر فنڈ میں دیں تاریخ شاہد ہے کہ اس وقت کئی صاحبانِ ثروت حضرات نے قبلہ انصاری صاحبؒ کو پیشکش کی کہ وہ اکیلے آستانہ کی تعمیر کے جملہ اخراجات ادا کرنے کیلئے صرف آپؒ کی اجازت کے منتظر ہیں مگر صدقے جاؤں پیارے مرشد کے کہ انہوں نے یہ آفریہ کہہ کر مسترد فرما دی کہ یہ میرے بیٹوں کا گھر ہے اور وہ سب اس کارِ خیر میں حصہ ڈالیں گے۔ ایئر فورس کے بھائیوں نے اپنی پوری پوری تنخواہیں "آستانہ فنڈ" میں دیں۔ 6 کنال زمین بحساب نو ہزار روپے فی کنال ماڈل ٹاؤن لاہور میں خریدی گئی جہاں آستانہ توحیدیہ G-92 ماڈل ٹاؤن لاہور تعمیر ہوا جس کا افتتاح 1973ء میں ہوا۔ تعمیر آستانہ کی تکمیل کے ساتھ ہی قبلہ حضورؒ جناب عبدالستار خان صاحبؒ ان کے اہل خانہ کے ہمراہ آستانہ توحیدیہ میں رونق افروز ہوئے۔ اس دن آپؒ کی خوشی دیدنی تھی۔ فرماتے تھے یہ کسی فردِ واحد کی ملکیت نہیں ہے بلکہ سب بھائیوں کا مشترکہ گھر ہے۔ ایک مرتبہ یہ فرماتے ہوئے آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح گرنے لگے کہ " کہاں میں اور کہاں اتنا بڑا گھر"! اللہ میاں تیرا شکر ہے۔

ہم سب کو اپنے اس آستانہ سے والہانہ لگاؤ تھا، ہے اور رہے گا۔ جو ہم سب کے مرشد

پاک سے محبت کی نشانی ہے اور آخری آرامگاہ بھی ۔بات حلقہ فنڈ کی ہو رہی تھی ۔آستانہ کے مالی امور، بجلی، گیس، فون اور پانی کے بل، مہمانوں کے خورد و نوش کی ضروریات کُک، مالی، ہاؤس، بوائز، ڈرائیور اور صفائی والوں کی تنخواہیں حلقہ فنڈ سے ہی ادا ہوتی تھیں ۔جنہوں نے صدق دل سے فنڈز دیئے انہیں مرشد پاکؒ کی دعاؤں سے اللہ کریم نے بیرون ملک ڈیپوٹیشنز عطا کر کے نہ صرف انفرادی طور سے مالی استحکام سے نوازا بلکہ حلقہ فنڈ میں بھی بحساب آمدن معتد بہ اضافہ ہوا۔ قبلہ انصاری صاحبؒ کی فراست تھی کہ فنڈ 2½ فیصد مقرر فرمایا تاکہ کسی کو بارِ گراں نہ گزرے اور آمدن میں اضافہ کے ساتھ اس میں خود بخود اضافہ ہوتا چلا جائے ۔

مجھ خاکسار کو بہت عرصہ یہ شرف حاصل رہا کہ ہر ماہ کی یکم تاریخ کو آستانہ کی حاضری نصیب ہو جاتی تھی ۔ایک مرتبہ قبلہ حضور محفل وعظ و ارشاد سے فارغ ہوئے اور بھائی رخصت لے کے چلے گئے تو میں نے عرض کیا "قبلہ حضور مجھے بھی صبح جانا ہے اور ساتھ ہی میں نے حلقہ فنڈ پیش کیا"۔ ہاتھ میں لے کر گنا اور فرمایا "میاں! تمہاری تنخواہ تو اتنی نہیں ہے فنڈ تو زیادہ ہے"۔

میں نے عرض کیا حضور! تنخواہ کے حساب سے جو بنتا ہے وہ دیتے ہوئے شرم سی آتی ہے اس لئے میں ڈبل فنڈ دیا کرتا ہوں اور آپ نے "ایثار" کا تو فرما رکھا ہے ۔بہت خوش ہوئے اور تھپکی دے کر فرمایا شاباش! مجھے ایسے لوگوں کی حلقے میں ضرورت ہے ۔انہی دعاؤں کا اثر ہے کہ اللہ نے اس قدر نوازا کہ بیان سے باہر ہے۔

<u>ہم اکثر پرانے بھائیوں سے سنا کرتے تھے کہ جب انہیں مالی مشکلات کا سامنا ہوتا تھا تو حلقہ فنڈ بڑھا دیا کرتے تھے اور اللہ میاں ان کی ایسی اعانت فرما دیتے تھے جو وہم و گمان میں بھی نہ ہوتی تھی۔</u>

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلسلہ کی تعمیر و ترقی پر بات ہوتے ہوتے مالی امور کا ذکر شروع ہوا ۔قبلہ باباجی انصاری صاحبؒ پردہ فرما چکے تھے ۔قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کا دور تھا اور ان کے داماد موجودہ قابض آستانہ G-92 ماڈل ٹاؤن گفتگو میں شامل تھے ۔مجھے کہنے لگے کہ حلقہ فنڈ

کو کیوں نہ دگنا کر دیا جائے۔ہمیں روپے کی سخت ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے میری ڈیوٹی لگائی کہ بیرون ملک تمام سینئر بھائیوں سے تمہاری اچھی علیک سلیک ہے تو تم انہیں خط لکھ کے حلقہ فنڈ ڈبل کرنے کے لئے قائل کرو۔اپنی بات کو وزن دینے کے لئے کہا کہ اگر ہم یہ بات قبلہ خان صاحبؒ کی طرف سے لکھیں گے تو ایک قسم کا حکم ہو جائے گا اور جو انکار کرے گا اسے نقصان ہو گا وغیرہ وغیرہ۔چنانچہ میں نے بھائیوں کو لکھا اور سبھی نے اپنے اپنے جوابات سے نوازا مگر ان میں سب سے بہترین جواب قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کا تھا آپؒ اس وقت لیبیا میں تھے۔آپ نے فرمایا" بھائی جان! آپ کے خلوص سے انکار نہیں مگر حلقہ فنڈ قبلہ انصاری صاحبؒ نے نہایت غور و خوض کے بعد فیصد یعنی Percentage کے حساب سے آمدن کا 2½ فیصد مقرر فرمایا تھا۔ اس لئے کہ جوں جوں کسی کی آمدن میں اضافہ ہوتا جائے گا حلقہ فنڈ میں خودکار طریقے سے اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور یہ ہماری تعلیم کا مستقل حصہ ہے۔اس لئے میں قبلہ انصاری صاحبؒ کی تعلیم میں کسی ترمیم کے حق میں نہیں ہوں۔میں باقاعدگی سے حلقہ فنڈ دیتا ہوں اور بھائیوں کو بھی ترغیب دیتا رہتا ہوں۔ہاں اگر قبلہ خان صاحبؒ کا حکم ہے تو سر آنکھوں پر"۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ برادران حلقہ فنڈ تو دیتے ہیں مگر آمدن کے مطابق نہیں دیتے۔جماعتوں کی ترقی کا انحصار بہت زیادہ مالی استحکام پر ہوتا ہے دوسرے لوگ جماعت کے استحکام اور ترقی کیلئے بہت کچھ دینے کیلئے پابند ہوتے ہیں۔مگر ہمارے ہاں ایسا نہیں ہے جو یقیناً قابل غور ہے۔

اتنے عرصے میں یعنی حلقہ توحیدیہ کے قیام سے اب تک وہ بھی قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی انتھک کاوشوں کے باعث محض ایک مجلّہ "فلاح آدمیت" کا اجراء ہو سکا ہے دیگر پروگرام جو بانی سلسلہ کی فہرست میں تھے ان میں کسی ہسپتال کا قیام، کالج کا قیام، کسی تبلیغی مشن کا آغاز جہاں تنخواہ دار ملازم رکھے جائیں یا ایک پریس کا قیام وغیرہ شامل تھے وعلیٰ ہذا القیاس۔

پاکستانی روپے کی قدر زر میں کمی کے باعث ملک میں مہنگائی نے خوب ترقی کر لی ہے۔

جبکہ ہمارا مرکز اور مجلّے کا نظام بھی مشکل سے چل رہا ہے۔ پیارے بھائیوں کو یاد دلاتا چلوں کہ یہ سلسلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سلسلہ ہے آنجنابؓ نے بتاریخ اسلام میں جو مقام پایا ہے وہ کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوا آپ قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ **لن تنالو البر حتی تنفقو مما تحبون** کی عملی تفسیر تھے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے گھر میں صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑا کرتے تھے۔ سلسلہ کے ان عالی مرتبت بزرگوں کا فیض ان کے کرداروں میں خود کو ڈھالنے ہی سے ممکن ہے۔ اگر آپ قربانی اور ایثار سے کام نہ بھی لیں تب بھی بیعت نامہ میں مرشدؒ سے کئے گئے وعدے کے مطابق اپنی اپنی آمدن کا ڈھائی فیصد حلقہ فنڈ کلکولیٹر کی مدد سے صحیح صحیح شمار کر کے باقاعدگی سے ادا کیا کیجئے۔ تاکہ مرشد پاک کو گواہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر کے فائز المرام ہوں۔ اصل میں یہ اللہ ہی کا عطا کردہ مال ہے جس میں سے عام مسلمان کو خرچ کرنے کا حکم ہے جبکہ مومن اور اللہ کے مقربین میں شمولیت کے لئے تو ہر عبادت بھی اعلیٰ درجہ کی چاہیے۔ جس درجہ کا ہم ذات باری تعالیٰ کو سمجھتے ہیں اور اس کے قرب و دیدار اور عرفان ولقاء کی راہ کے مسافر ہیں ماشاءاللہ قبلہ انصاری صاحبؒ کے گلشن توحید کے سبھی پھول منفرد ہیں۔ پرانے بھائیوں بالخصوص ایئر فورس والوں کو یاد ہے کہ بہت قلیل سی تنخواہیں ہوتی تھیں جبکہ بابا جی کی دعاؤں کی بدولت آج کل ہماری پنشنز تنخواہوں کے مقابلہ میں کئی گناہ زیادہ ہیں بلکہ بابا انصاری صاحبؒ کے بقول اللہ اللہ کرنے کیلئے روپیہ بھی بہت ضروری ہے تا کہ سالک یکسوئی سے اللہ اللہ کر سکے اور ایک مرتبہ فرمایا کہ اللہ میاں سے جھگڑا کر کے منوایا ہے کہ میرے مرید متمول زندگی گزاریں اور مالی مشکلات کا شکار نہ ہوں۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ اصلاح و معاشرہ کی تحریک ہے زبانی جمع خرچ اس قدر موثر نہیں جتنا کہ عمل پیہم۔ لہذا ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ اس کار خیر میں جس قدر حصہ ملا سکتے ہیں ملایا کریں۔

حُسنِ اخلاق

(خالد محمود بخاری)

اخلاق خُلق کی جمع ہے جس کے معنی پختہ عادت اور طبیعت کے ہیں۔ اخلاق اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی۔ لیکن عام طور پر اخلاق کا استعمال خلق حسن کیلئے ہوتا ہے۔ اس کے اصطلاحی معنی ہیں وہ اوصاف جو کسی کی فطرت وطبیعت کا اس طرح لازمی جزو بن جائیں اور روزمرہ کی زندگی میں ان کا ظہور رہوتا ہو، حسن اخلاق یعنی پسندیدہ اور اچھی عادت'' چنانچہ اس شخص کو خوش اخلاق کہا جاتا ہے کہ اچھی عادتیں اسکی ذات وفطرت کا جزو بن چکی ہوں اور وہ دوسروں کے ساتھ کھلے چہرے اور اچھے انداز کے ساتھ پیش آئے۔

حسن اخلاق کا مطلب ہے بھلائی کا عام کرنا، اذیت دینے سے رُکنا، خندہ روئی وخندہ پیشانی سے پیش آنا۔ خلق نفس کی اس پختہ حالت کا نام ہے جس سے اچھے یا برے افعال بغیر کسی غور وفکر کے سرزد ہوں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حسن اخلاق کا تعلق صرف اچھی گفتگو اور اچھے طرزِ عمل ہی کے ساتھ ہے۔ حسن اخلاق کا میدان تو بہت زیادہ وسیع ہے۔ اچھی گفتگو اور عمدہ طرز عمل کے ساتھ ساتھ تواضع اور انکساری، تکبر ورعونت نہ کرنا بلکہ لچک اختیار کرنا، چھوٹوں کے ساتھ شفقت اور بڑوں کے ساتھ احترام کرنا، ہمیشہ خندہ پیشانی متبسم چہرہ سے ملنا ہمیشہ مسکراہٹ چہرے پر رہے، شائستہ گفتگو، اللہ کی خوشنودی کیلئے لوگوں سے بہترین سلوک کرنا، کوئی طمع نہ رکھنا۔ عیوب کی پردہ پوشی کرنا، لوگوں کی غلطیوں کو معاف کرنا اور درگزر کرنا، حتیٰ کہ غلط روّیہ سے پیش آنے والے پر نرم خوئی کا روّیہ اختیار کرنا۔ اچھی رفاقت، نرم گفتگو اور باہمی اصلاح وغیرہ۔
بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اخلاق حسنہ ان فطری اوصاف میں سے ہیں جن میں تبدیلی ممکن نہیں۔ انسان اگر فطرتاً اچھے اخلاق والا ہو تو اچھے اخلاق والا ہی رہتا ہے۔ کیونکہ فطرت تبدیل نہیں ہوتی۔ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اخلاق انسانی اس فطرت وجبلت کا نام ہے جو تمام بنی نوع انسان میں

پائی جاتی ہے، کسی میں کم اور کسی میں زیادہ، اگر صفات حمیدہ غالب ہوں تو فبہا، اور اگر صفات مذمومہ غالب ہوں تو کوشش کرنا چاہیے کہ وہ صفات حمیدہ میں تبدیل ہو جائیں اور اگر کسی شخص میں صفات حمیدہ کی کمزوری ہو تو اسے با اخلاق لوگوں میں اُٹھنا بیٹھنا چاہیے تا کہ اخلاق حسنہ میں تقویت پیدا ہو۔

اخلاق حسنہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ نے نہایت واضح الفاظ میں اپنے رسول بنائے جانے کی غرض و غایت اخلاق حسنہ کی تکمیل ظاہر فرمائی کہ: ''میں نیک اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان والوں میں ایمان کامل اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔ بے شک ایمان اور اخلاق ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام اعلیٰ اخلاق کے بغیر بے جان ہے۔ ایک حدیث میں اسلام کو عین اخلاق فرمایا گیا ہے۔ اخلاق انسان کی وہ صلاحیت ہے جس میں انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے اور اگر انسانیت میں سے اخلاق کی صفت نکال لی تو باقی صرف حیوانیت رہ جاتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک بڑی دولت اور نعمت سے نوازا ہے، جو پورے دین کی جامع تبلیغ کا بہترین ذریعہ ہے وہ نعمت اخلاق کی دولت ہے۔ ہمارے نبی ﷺ اخلاق کے اعلیٰ معیار پر تھے۔حضور ﷺ کی ساری زندگی اخلاق حسنہ سے عبارت تھی ،قرآن کریم نے خود گواہی دی۔ اِنّ لعلی خلق عظیم'' (بلاشبہ آپ ﷺ اخلاق کے بڑے مرتبہ پر فائز ہیں۔)

''اِنَّ خیارکم احسن منکم اخلاقا ''تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ (رواہ البخاری) قیامت کے دن ترازو میں سب سے زیادہ جو چیز بھاری ہوگی وہ اخلاق حسنہ ہے۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ ''حسن اخلاق والا انسان اپنے اخلاق حسنہ سے دائمی روزہ دار اور دائمی نماز کا درجہ حاصل کرسکتا ہے۔'' ترمذی شریف میں ہے کہ:

''مسلمانوں میں اس کا ایمان مکمل ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:عفو ودرگزر مکارمِ اخلاق میں سب سے اعلیٰ ہے۔''

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں مومن کے اخلاق عالیہ یہ ہیں:

''طاقتور ہونے کے ساتھ ساتھ نرمی، دین میں پختگی، یقین کے ساتھ تصدیق، علم کی حرص، اخراجات میں اعتدال، خوشحالی میں سخاوت، تنگ دستی میں صبر وقناعت، کمزور ہونا تو اس کیلئے مجسمہ رُحمت، سخاوت کے ساتھ عزت افزائی اور استقامت کے ساتھ نیکوکاری۔''

خوش اخلاق انسان کو لوگ پسند کرتے ہیں، ان کی عزت کرتے ہیں ان کی صحبت اختیار کرتے ہیں اس کے برعکس جو بداخلاق، بدتمیز، غیبت و چغل خور ہیں، ان سے لوگ بھاگتے ہیں اور دور رہنا پسند کرتے ہیں ان سے کنارہ کشی میں اپنی بھلائی اور عافیت سمجھتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ اچھا آدمی وہ ہے جو بااخلاق اور ملنسار ہو، لوگوں سے پیار ومحبت اور خوش اخلاقی سے ملتا ہو اور اپنے احباب کے حقوق اچھی طرح ادا کرتا ہو اور ہر معاملے و پریشانی کو خوش اسلوبی سے نمٹاتا ہو اور لوگوں کو خندہ پیشانی سے ملتا اور نرم خوئی کا مظاہرہ کرتا ہو، کسی کی غیبت، الزام و بہتان وغیرہ سے اپنے دامن کو پاک وصاف رکھتا ہو اور ظلم و زیادتی، دھوکہ دہی مکر وفریب کا ارتکاب نہ کرتا ہو، ایسے لوگ ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک محبوب وپسندیدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جن کے اخلاق اچھے نہ ہوں۔

اسلام ہمیشہ اپنے پیروکاروں کو دوسروں کے ساتھ نرمی اور خوش مزاجی سے پیش آنے کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام نے خوش اخلاقی کی اہمیت کو صرف مسلمانوں تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ عالمگیر محبت و اخلاق کا علمبردار رہے۔ مسلمان سراپا مجسمہ اخلاق تھے جن کے اخلاق حسنہ دیکھ کر غیر مسلم اسلام قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ لیکن آج مسلمانوں کے اخلاق کی جڑیں کھوکھلی ہوتی چلی جارہی ہیں، انسان شب و روز اخلاقی پستی کی گہرائیوں میں گرتا جارہا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے اسلاف کی تاریخ کو بھلا کر اور اپنی اعلیٰ اخلاقی اقدار کو چھوڑ کر اغیار کے طریقوں کو اپنانا پسند کرتے ہیں۔ تعمیر اخلاق کی آج بہت ضرورت ہے۔

ہر مسلمان سے دین کا اہم ترین مطالبہ تزکیہ اخلاق ہے۔آخرت کی کامیابی کے لئے یہ لازم ہے کہ انسان خالق اور مخلوق دونوں کے ساتھ اپنے عمل کو پاکیزہ بنائے۔پاکیزہ عمل ہی کو عمل صالح کہا جاتا ہے۔جو اللہ پاک اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے وہ برے اخلاق سے دور رہے اور اخلاق حسنہ کا پیکر بنے۔ہر ایک سے عمدہ اخلاق سے پیش آئیں اور جب بھی کسی سے ملاقات کریں تو سلام کرنے میں پہل کریں اور خوش اخلاقی سے ملیں اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ساتھی سے خوشی اور ہنس کر ملنا بہترین صدقہ ہے اسی حسن خلق کی اہمیت وفضیلت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے اخلاق حسنہ کو نیکی اور بھلائی کا اعلیٰ درجہ دیا ہے فرمایا:''نیکی عمدہ اخلاق کا نام ہے''(مسلم)

اخلاق حسنہ کی بنیاد چار اصولوں پر ہے:

حکمت ومعرفت،شجاعت و بہادری،عدل و انصاف اورعفت اور پاکدامنی،ان چاروں اصولوں پر اعتدال قائم ہوگا تو انسان میں اخلاق حمیدہ پیدا ہو نگے،ورنہ کج فہمی،بداخلاقی کا شکار رہوگا۔دنیا میں امن وسکون جب ہی قائم ہوسکتا ہے جب کہ معاشرہ اچھا ہو،اور معاشرہ اچھا بنانے کیلئے حسن سلوک کی تعلیم دینا بہت ضروری ہے۔لہٰذا تمام مذاہب کی بنیاد اخلاق حسنہ پر رکھی گئی ہے اور ہر زمانہ میں ہر نبی نے اپنی اُمت کو اسی کی طرف دعوت دی ہے۔۔

اخلاق کے متعلق اقوال

☆......دلوں میں اترنے کیلئے سیڑھیوں کی نہیں بلکہ اچھے اخلاق کی ضرورت ہے۔''

☆......اچھا اخلاق Master Key (چابی) کی طرح ہوتا ہے جو ہر طرح کا سخت دل کھول سکتی ہے۔''

☆......''اختلافات پر صبر کرنا اور دوسروں کو برداشت کرنا ہی اخلاق ہے''۔

☆......''انسان کی پہچان اچھا لباس نہیں بلکہ اچھا اخلاق اور اس کا ایمان ہے۔''

حکمت کی باتیں

(پروفیسر محمد شبیر شاہد)

☆......شیطان دوسروں کی خامیاں اور گناہ جبکہ اپنی اچھائیاں دکھاتا ہے، سب سے افضل وہ ہے جو اپنے عیب دیکھے اور دوسروں کی اچھائیاں۔

☆......استغفار بھی کیفیت کے ساتھ ہو، استغفار زبان سے نہ ہو بلکہ حال کے ساتھ ہو۔

☆......درود شریف، آپ ﷺ کی محبت کے ساتھ پڑھنا، رحمت اترنے کا ذریعہ ہے۔

☆......تقویٰ سے مُراد انسان کا اپنے آپ کو ہر اس قول و فعل سے محفوظ رکھنا جو اللہ کی ناراضگی کا باعث ہو۔

☆......اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کیلئے تہجد پڑھنا ذریعہ ہے بلکہ اسکے ساتھ تعلق کی علامت ہے۔

☆......نماز نہ پڑھنا تو گناہ کبیرہ ہے۔ جو خود تو نماز پڑھے مگر دوسروں کو دعوت نہ دے یہ بھی گناہ ہے۔

☆......محبت کو پھاڑنے والی چیز غیبت (پیٹھ پیچھے برائی کرنا ہے) اور آپس میں جوڑنے والی چیز اکرام ہے۔

☆......اخلاق سے مراد یہ ہے کہ خلق خدا سے بے لوث ہمدردی کا معاملہ کرنا۔

☆......جب آدمی مال کے پیچھے پاگل ہو جاتا ہے تو اپنی عفت کی بھی حفاظت نہیں کرتا۔

☆......یہ جان تمہاری اپنی نہیں بلکہ امانت ہے۔

☆......وہ آدمی قرآن پر (عملی) ایمان نہیں لایا جس نے اس کے حلال کو حرام جانا، اور حرام کو حلال

☆......اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ اگر غفلت سے ذکر کریں گے تو اس کی بھی تاثیر ہوگی۔

☆......اللہ تعالیٰ کے حکم میں گنجائش تلاش کرنا بے ادبی ہے۔

اسلام کے متعلق نومسلموں کے تاثرات

(ڈاکٹر غلام جیلانی برق)

اسلام کے مدّاح صرف ہم ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی ہیں، ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ انہیں سمیٹنے کیلئے ایک الگ کتاب چاہیے۔ صرف چند اسماء پر اکتفا کیا گیا ہے اور زیادہ توجہ اُن نومسلموں پہ دی گئی ہے جو اسلام کے کسی پہلو سے متاثر ہونے کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔

1- میوس ۔ بی ۔ جالی:

انگلستان کی یہ عیسائی لڑکی تین خداؤں سے متنفر ہو کر پہلے لادین بنی پھر مذاہب عالم کا مطالعہ شروع کر دیا اور 1954ء میں مسلمان ہو گئی اس نے ایک بیان میں کہا کہ میں اسلام کی چند باتوں سے بہت متاثر ہوئی ہوں۔

اول: ایک خدا کا تصور

دوئم: تعدّدِ ازواج پچھلی دو جنگوں سے کروڑوں مرد ہلاک ہو گئے تھے اور کروڑوں لڑکیاں بے نکاح رہ گئی تھیں چونکہ عیسائیوں میں ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت نہیں اسلئے سارا یورپ جنسی بے راہ روی کی گرفت میں آ گیا۔ اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جو ایسے حالات میں کثرت ازواج کی اجازت دیتا ہے۔

سوئم: قرآن نے ایک ایسا نظام حیات پیش کیا ہے جس سے بہتر تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر آپ کو کسی اور نظام میں کوئی خوبی نظر آتی ہے تو یقین کیجئے کہ اس کا ماخذ اسلام ہی ہے۔

(ملخص: اسلام اوور چوائس ص 50)

2- ایون لی زینب:

انگلستان کی یہ لڑکی لکھتی ہے کہ میں کیسے اور کب اسلام لائی مجھے یاد نہیں رہا۔ میرا احساس یہ ہے کہ میں شروع سے مسلمان تھی اسلام ایک ایسا فطری مذہب ہے کہ اگر کسی بچے کو

اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ مسلمان ہی بنے گا۔میں اپنے وسیع مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ عصر رواں کے پیچیدہ مسائل کا حل صرف اسلام کے پاس ہے اور یہی وہ نظام ہے جو انسانیت کو سکون اور مسرت دے سکتا ہے۔اسلام کی بنیادی صداقتیں دو ہیں۔اول: توحید۔ دوئم: اخوت انسانی۔اور یہی امن عالم کی بنیادیں ہیں۔حج بھی ایک نہایت ایمان افروز فرض ہے لاکھوں انسان ہر سال دنیا کے ہر گوشے سے بیت اللہ میں جمع ہوتے ہیں اور ان گلیوں میں چلتے پھرتے ہیں جہاں سے ایک یتیم نے انسانیت کو امن وسلامتی کی طرف بلایا تھا۔وہاں پہنچ کر گزشتہ 14صدیوں کے حجابات اٹھ جاتے ہیں اور انسان عہد رسول ﷺ میں جا پہنچتا ہے۔

(ملخص: ایضاً ص53)

3- مس فاطمہ کاظوئی:

جاپان کی یہ لڑکی کہتی ہے کہ ہم جاپانی امریکی انداز حیات اختیار کر رہے تھے اور ہمارے مذہبی تصورات دھندلا چکے تھے میرا یہ احساس کے ہم کوئی نہایت قیمتی متاع کھو چکے ہیں ہر روز تیز تر ہو رہا تھا۔اس دوران میرے ایک مسلمان سے مراسم پیدا ہو گئے۔میں اس کی مطمئن زندگی اور طریق عبادت کو بڑی حسرت سے دیکھتی تھی۔آخر میں نے اس سے مذہبی بحث شروع کر دی اس کے جوابات اس قدر اطمینان بخش تھے کہ میں اسلام لے آئی۔اسلام ایک نہایت سادہ، خالص، سچا اور سکون بخش مذہب ہے۔یہ فرد اور جماعت سب کو دولت امن سے ہمکنار کرتا ہے۔الحمدللہ اب میں بھی اس دولت میں شریک ہوں۔

(ملخص: ایضاً ص57)

4- مسز ماسلر امینہ:

جرمنی کی یہ اپنی داستان یوں سناتی ہے کہ 1928ء میں ایک دن میرا ایک بیٹا باہر سے گھر آیا اور اس کا پہلا جملہ یہ تھا امی میرے لئے عیسائیت ناقابل برداشت ہو چکی ہے

میں اسلام لانا چاہتا ہوں تم بھی میرا ساتھ دو۔ یہ پہلا بم تھا جو میرے عقائد کے حصار پر گرا۔ اس کے بعد میں نے مسجد برلن کے امام سے رابطہ کیا۔ اور مجھے جلد یقین ہو گیا کہ انسانیت کا سچا مذہب اسلام ہی ہے۔ چنانچہ میں نے یہ مذہب قبول کر لیا اور مجھے تثلیث کفارہ اقرار گناہ کے طلسم اور پوپ کی بالادستی سے نجات مل گئی۔ (ملخص: ایضاً ص 58)

5- **ایف آر فیزوی خدیجہ:**

انگلستان کی یہ خاتون اسلام قبول کرنے کے بعد یہ لکھتی ہے کہ میرے احباب واقارب مجھے یہ بار بار کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نعوذ باللہ جھوٹا تھا۔ لیکن میں پوچھتی ہوں کہ جس شخص نے شرک کو مٹایا، عدل وانصاف قائم کیا، غربا کی پرورش کا درس دیا، معاشرے میں عورت کو موزوں مقام دیا، علوم کو ترقی دی، انبیائے سابقہ کی تصدیق کی، وسعت نظر اور مساوات انسانی کا سبق دیا، غلاموں کو آزاد کرایا، چوری، قتل اور زنا کے خلاف جہاد کیا وہ جھوٹا کیسے ہو سکتا ہے۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اگر یورپ اسلام لے آئے تو اس سے نیکی کے فروغ میں بہت مدد ملے گی۔
(ملخص: ایضاً ص 59)

6- **ھرین فاطمہ:**

غربی جرمنی کی یہ لڑکی اسلام لانے کے بعد اپنے شوہر کے ہمراہ پاکستان آ گئی تھی۔ یہ ایک بیان میں کہتی ہے کہ مجھے میرے والدین، بھائی اور احباب واقارب بہت یاد آتے ہیں اور یہ نقصان کسی طرح پورا نہیں ہو سکتا لیکن پھر بھی خوش ہوں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے سکون قلب کی دولت مل گئی ہے جو یورپ میں کہیں موجود نہیں۔ (ملخص: ایضاً ص 64)

7- **برجٹ ھنی، عائشہ:**

انگلستان کی یہ لڑکی مذاہب کا تقابلی مطالعہ کیا کرتی تھی۔ جب اس نے قرآن کا مطالعہ شروع کیا اور سورۃ عمران تک پہنچی تو مسلمان ہو گئی۔ اس نے ایک بیان میں کہا کہ اسلام کو جومیٹری کی ایک ایسی شکل سمجھئے جس کے تمام اضلاع ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔

یہ ایک ایسا معاشرہ تعمیر کرنا چاہتا ہے جس کی بنیاد اخلاقی قدروں پر ڈالی گئی ہو۔ اسلام جسم اور روح ہر دو کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔ آج یورپ صرف مادی لذتوں کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ اگر اس نے روح کی طرف دھیان نہ دیا تو یہ ایک ایسے اضطراب کا شکار ہو جائے گا جس کا کوئی علاج کہیں موجود نہ ہو۔ (ملخص: ایضاً ص 65)

8- جان ویبسٹر : محمد:

انگلینڈ کا یہ نومسلم 1913ء میں پیدا ہوا اور 1933ء میں اسلام لایا۔ یہ لکھتا ہے کہ عیسایت زندگی کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ یہ دنیا کو شیطان کی بازی گاہ اور انسان کو فطرتاً گنہگار سمجھتی ہے اگر ہم مسیحی تعلیمات پر پوری طرح عمل کریں تو صرف راہب بن سکتے ہیں۔ اور نہ کریں تو خطا کار رہ جاتے ہیں۔ اسلام وہ واحد مذہب ہے کہ جو اس قسم کی پیچیدگیوں سے معرا ہے۔
(ملخص: ایضاً ص 70)

9- زجرسکی، اسماعیل:

پولینڈ کا یہ سماجی کارکن 1900 میں پیدا ہوا اس کا والد رسماً عیسائی تھا اور عملاً ملحد دوسری جنگ کی تباہ کاریاں دیکھ کر اسے خیال آیا کہ زندگی کا مقصد پیٹ بھرنا نہیں کچھ اور ہے۔ اب انسان اس مقصد عالی کو ترک کر دیتا ہے تو خدا اسے راہ راست پر لانے کیلئے سزائیں دیتا ہے یہ خیال آتے ہی یہ سچے مذہب کی تلاش میں نکل پڑا اور اسلام پر ایک پمفلٹ پڑھنے کے بعد 1949ء میں مسلمان ہو گیا۔ اس کے تاثرات یہ ہیں: اسلام ہی زندگی کے اصل مقصد کا پتہ دیتا ہے۔ یہ وہ شاہراہ ہے جو آسمانی بادشاہت تک پہنچاتی ہے۔ میں اسلام کے بعض احکام خصوصاً زکوٰۃ، میراث، امتناع سود، حج اور محدود تعدد ازواج سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ اسلام سرمایہ داری اور کمیونزم کے مابین ایک راہ اعتدال ہے۔ رنگ و نسل کے امتیازات سے ماورا ہے۔
(ملخص: ایضاً ص 72)

10- بیٹرس بے ، عبداللہ:

برطانوی فوج کا یہ میجر پہلی جنگ سے کچھ پہلے برما میں متعین تھا اس کا تعلق ملٹری پولیس سے تھا۔ یہ لکھتا ہے کہ مجھے ہر روز ایک کشتی کے ذریعے ادھر ادھر جانا پڑتا۔ ملاح کا نام شیخ علی تھا۔ چٹاگاؤں کا رہنے والا نہایت صاف ستھرا رہتا تھا۔ اور دن میں کئی بار قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کرتا تھا۔ میں اس کی پارسایانہ زندگی کو دیکھ کر اسلام کے متعلق سوچنے لگا اور رفتہ رفتہ اس نتیجے پر پہنچا کہ جس مذہب نے ایک ناخواندہ ملاح کو اس قدر متقی دیانتدار، سچا اور مہذب بنا دیا ہے وہ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ یہ یقین 25 برس تک ایک راز بن کر میرے سینے میں نہاں رہا۔ لیکن جب یہ ظہور کیلئے بے تاب ہوگیا تو میں 1938ء میں یروشلم کی ایک مسجد میں چلا گیا اور اسلام کے اعلان کر دیا۔ میں ہر روز ہر نماز کے بعد اس ملاح کو دعائیں دیتا ہوں جس کے پاکیزہ عمل نے مجھے اسلام کی طرف متوجہ کیا تھا۔ برما میں مجھے بدھ راہبوں سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا تھا لیکن میں ان سے اسلئے متاثر نہ ہوا کہ ان میں زندگی سے فرار کا پہلو بہت نمایاں تھا اور فعالیت مفقود۔

(ملخص: ایضاً ص 72)

دعائے مغفرت

سوہاوہ سائیاں ڈسکہ سے بھائی عنصر محمود صاحب کے والد بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں اللہ ان کی بخشش فرمائے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعونَ

مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا کی اپیل ہے

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

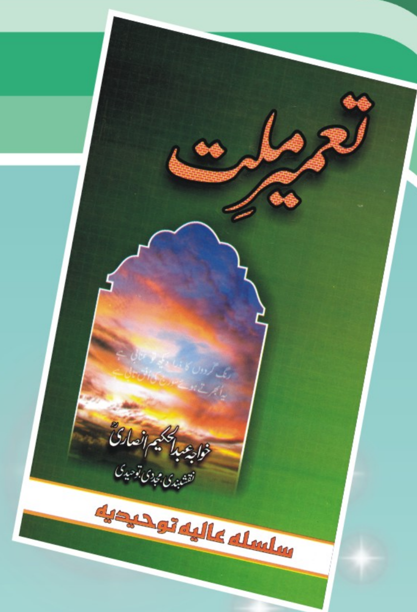


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اورتصوّف کے انسانی زندگی پراثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیاہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں: ۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اورناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اورروحانی سلوک کے دوران بزرگان عظاّم کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com